
ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
عید نمبر
۵/۱۲ جولائی ۱۹۵۷ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳ | جمعۃ المبارک ۶/۱۳ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ ۵/۱۲ جولائی ۱۹۵۷ء | شمارہ ۸، ۹

عیدِ قربان

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ۸۰ سال کی عمر میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جیسا فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ صاحب اولاد حضرات ہی اس کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں کہ باپ کو یہ بیٹا کتنا لاڈلا اور پیارا ہوگا۔ مگر ایک مومن کے دل میں اللہ کی محبت کے مقابلہ میں کسی کی محبت نہیں ٹھہر سکتی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۰ پ ۲)
(ترجمہ:۔ اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے)
انبیاءؑ چونکہ مومنوں کے امام ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ سے بہت ہی زیادہ محبت ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شمار اولوالعزم انبیاء علیہم السلام میں ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی محبت باری تعالیٰ کا جو ثبوت دیا وہ ان کی شایانِ شان تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی عفت مآب اہلیہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے شیر خوار صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اس جگہ تنہا چھوڑ کر چل دیتے ہیں۔ جہاں آج کل مکہ معظمہ آباد ہے۔ ان نفوس قدسیہ کے لئے نہ کوئی رہنے کے لئے مکان ہے۔ نہ کھانے پینے کا کوئی سامان ہے اور نہ ان کی حفاظت کا کوئی ظاہری انتظام ہے۔ چاروں طرف خوفناک پہاڑ اور جنگل ہیں۔ اہلیہ محترمہ پوچھتی ہیں کہ آپ ہم کو تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں۔ تو جواب ندارد۔ بالآخر وہ عرض کرتی ہیں کہ کیا یہ اللہ کا حکم ہے تو اشارۃً فرماتے ہیں۔ "ہاں"۔ اس پر اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہ فرمائے گا۔ یہ پہلا امتحان تھا جو ۸۰ سال کی عمر میں عطا شدہ صاحبزادہ کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپؑ اس امتحان میں کامیاب ہوئے اس کامیابی کا صلہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ اس وادیٔ غیر ذی زرع کو عالم اسباب کا مرکز بنا دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غیر حاضری میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادہ کی حفاظت اور خورد و نوش کا سامان فراہم فرما دیا ؏

خدا خود میر سامان است اربابِ توکّل را

چاہ زمزم کی وجہ سے وہاں آبادی ہو گئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں بلدہ مکہ معظمہ کے نام سے ایک شہر آباد ہو گیا۔ حضرت ابراہیمؑ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے واپس آتے ہیں تو صاحبزادہ دوڑنے بھاگنے کے قابل ہو چکا ہے اب اللہ تعالیٰ پہلے سے بھی زیادہ سخت امتحان میں ان کو مبتلا فرماتے ہیں۔ آپؑ خواب دیکھتے ہیں کہ اسی صاحبزادہ کو ذبح فرما رہے ہیں۔ تین راتیں متواتر اسی قسم کا خواب دیکھنے کے بعد صاحبزادہ سے اس کا ذکر فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سعادتمند صاحبزادہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے کہ جس نے باپ کی زبان مبارک سے خواب سن کر بلا تامل عرض کیا کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل فرمایئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے ؎

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آداب فرزندی

اس کے بعد دونوں باپ اور بیٹا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے گھر سے روانہ ہو جاتے ہیں۔ چھری اور رسّی وغیرہ ساتھ لے لیتے ہیں۔ مکہ معظمہ سے تقریباً تین میل دور جب منیٰ میں پہنچتے ہیں تو شیطان لعین تین بار ان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر بار وہ اس لعین کو پتھر مارتے ہیں۔ جب قربان گاہ میں پہنچتے ہیں تو باپ چھری تیز کر کے آنکھوں پر پٹی باندھ لیتا ہے۔ اور صاحبزادہ کو زمین پر لٹا لیتا ہے۔

اس جذبۂ ایثار اور قربانی پر عالم ملکوت کے بسنے والے بھی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بیٹے کا ذبح کرانا منظور نہ تھا۔ صرف ابراہیمؑ کا امتحان لینا منظور تھا۔ جس میں وہ کامیاب نکلے۔ اس کا صلہ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ اور وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ کی شکل میں عطا فرمایا گیا۔

یہ اس واقعہ کا پس منظر ہے جس کی یاد ۱۰ ذی الحجہ کو تمام عالم اسلام میں ہر سال منائی جاتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے جب سر تسلیم خم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جو انعام و اکرام فرمایا یہ اس کا نتیجہ ہے کہ اس کفر و الحاد اور معاشی مشکلات کے دور میں بھی ہر سال چار پانچ لاکھ مسلمان دور دراز کا سفر طے کر کے منیٰ میں ان حضرات کی سنت کو تازہ کرتے ہیں اور منکرین حدیث کی کوششوں کے باوجود کروڑوں مسلمان اپنے اپنے شہروں قصبات اور دیہات میں ان کے اتباع میں قربانی کو اپنے لئے باعث سعادت دارین خیال کرتے ہیں۔ اس ساری داستان کی زندہ تاریخ مکہ معظمہ اور اس کے مضافات ہر وقت زبان حال سے بیان کرتے ہیں۔ خانہ کعبہ اور حرم کی ہر چیز صفا اور مروہ کی پہاڑیاں

باقی ص ۳ پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۸- ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸-جون ۱۹۵۷ء

رزق کی فراوانی خوش نصیبی یا رضا الٰہی کی علامت نہیں ہے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام - میرا فرض ہے کہ اگر مسلمانوں میں کوئی غلطی دیکھوں تو کتاب و سُنّت کی روشنی میں اپنی اصلاح کی بھی کوشش کروں - اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی اس غلطی پر آگاہ کروں - تاکہ کتاب و سنۃ کی روشنی میں اپنی اس غلطی کی اصلاح کر لیں -

آج کل خوش نصیبی کا معیار

جس دورِ زمانہ میں ہم اس وقت جا رہے ہیں اس میں انسان کی خوش نصیبی کا یہی معیار سمجھا جاتا ہے - اگر تاجر ہے تو اس کی دُکان اور اس کا گودام مال سے بھرپور ہو - تو لوگ اسے بڑا خوش نصیب خیال کرتے ہیں - اگرچہ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں نماز تو بجائے خود رہی ایک دفعہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی نصیب نہ ہوتا ہو - اور اگر زمیندار ہے تو زمین کے زیادہ سے زیادہ رقبہ پر قبضہ جمائے بیٹھا ہو - خواہ ۲۴ گھنٹے میں نماز تو بجائے خود رہی ایک مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی اسے نصیب نہ ہوتا ہو - اور وہ بڑا خوش نصیب خیال کیا جاتا ہے - اور اگر سرکاری عہدہ دار ہے تو اس کی معقول تنخواہ (مثلاً دو ہزار روپیہ ماہوار) ہو - اور سرکاری بنگلہ میں رہتے - اور آمد و رفت کے لئے اس کے پاس موٹر ہو - تو اس ملازم کو بڑا خوش نصیب سمجھا جاتا ہے - آج عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خوش نصیبی کے یہ سب معیار غلط ہیں

صحیح معیار

خوش نصیبی کا صحیح معیار یہ ہے کہ اس خوش نصیبی کا نتیجہ بدنصیبی نہ نکلے - اس عزّت کا نتیجہ ذلّت نہ نکلے - اس آرام کا نتیجہ بے آرامی نہ نکلے - اس راحت کا نتیجہ رنج نہ نکلے - اس آزادی کا نتیجہ قید و بند نہ نکلے -

نتیجہ پر نظر نہیں کی جاتی

آج کل کے دَور میں سوائے چند خدا پرست - متبع شریعت - دیندار انسانوں کے عام طور پر نتیجہ پر نظر نہیں کی جاتی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرف بے چینی - بیقراری - پریشانی کا دور دورہ ہے - اللہ جلّ شانہٗ کا اعلان ہے -

(وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ)

سورہ الشوریٰ رکوع ۴ پارہ ۲۵

ترجمہ - اور تم پر جو مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے آتی ہے - اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے -

مثالیں

(۱) ٹھیکیدار نے غریب مزدوروں اور کاریگروں سے کام کرایا - اور روپیہ وصول ہونے پر ان مسکینوں کو نہ دیا - اپنا مکان بنوا لیا - بیوی کو زیور بنا کر دیتا رہا - اس حرام کے مال سے بڑی عزّت بنا لی - بالآخر ایک ٹھیکہ میں ایسا گھاٹا پڑا کہ مکان بھی بک گیا - زیور بھی سب بیچ ڈالے - پھر بھی گھاٹا پورا نہ ہوا حرام خوری کے انجام پر نظر نہ کرنے کے باعث ٹھیکیدار نے یہ ذلّت اُٹھائی -

(۲) رشوت خوار ملازم نے رشوت کے ذریعہ سے بہت سا روپیہ جمع کیا - پنشن پانے کے بعد مثلاً پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ کے خزانہ سے جمع شدہ ملا - کوئی تجارت شروع کی - پہلے سال ہی گھاٹا پڑا - پچاس ہزار روپیہ کے پینتیس ہزار روپے رہ گئے - دوسرے سال پینتیس ہزار روپے سے پچیس ہزار روپیہ رہ گیا - حتیٰ کہ اسی قدر گھاٹا پڑتے پڑتے چند ہی سالوں میں روپیہ ختم ہو گیا اور گھر میں فاقے آنے شروع ہو گئے - اور یہ ساری بے برکتی اس حرام مال کا اثر ہے - رشوت خوار نے نتیجہ پر نظر نہ کرنے کے باعث یہ ذِلّت اُٹھائی -

(۳) تقسیمِ مُلک سے پہلے ہزارہا مسلمان ایسے تھے - جنہوں نے انجام پر نظر نہ کرتے ہوئے بیٹے بیٹی کے بیاہ میں ہندو سے سودی روپیہ لے کر بڑی دھوم دھام سے شادی کی - بالآخر نتیجہ یہ نکلا - کہ ہندو نے مکان بھی قرق کرا لیا اور مسلمان کو جدی مکان سے بیک بینی و دو گوش ذلیل کر کے نکال دیا -

(۴) آپ لاکھوں ماں باپ دلوں کے دکھیا پائیں گے - جنہوں نے بڑے شوق اور خوشی سے بیٹے کو اسکول اور کالج کی تعلیم دلائی - باپ نے جو کمایا بیٹے کی تعلیم پر لگایا کہ بیٹا تعلیم سے فارغ ہو کر خوب روپیہ کمائے گا - اور ہم عزّت سے زندگی بسر کریں گے چونکہ بیٹے کو فقط دُنیا کی تعلیم دلائی گئی تھی - اور دینِ الٰہی کی تعلیم سے ناآشنا رکھا گیا تھا - جس سے ماں باپ کی اطاعت اور خدمت کا احساس ہوتا ہے - نتیجہ پر نظر نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہے - کہ بیٹا عیش و عشرت کی زندگی میں مست اور ماں باپ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں -

یہ چند مثالیں

جو مسلمانوں کی بدنصیبی کی دی گئی ہیں - انہیں پر اکتفا کرتا ہوں - ورنہ لاہور کے کے موجودہ تمدّن میں اخلاقی پستی اور بے غیرتی کی ایسی مثالیں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں - جنہیں صفحۂ کاغذ پر لانا ایک شریف انسان کی غیرت گوارا نہیں کر سکتی - اور وہ سب اخلاق سوز

مثالیں مسلمان کے دل میں خوش نصیبی کے غلط مفہوم سے پیدا ہوتی ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قرآن مجید کے اعلانات
رزق کی فراوانی بھی اور بدنصیبی بھی

اعلانِ اوّل

وَعَدَ اللّٰہُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْکُفَّارَ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ھِیَ حَسْبُھُمْ وَلَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۙ کَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْکُمْ قُوَّۃً وَّاَکْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِھِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِکُمْ کَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ بِخَلَاقِھِمْ وَخُضْتُمْ کَالَّذِیْ خَاضُوْا اُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

سورہ التوبہ رکوع ۹ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو دوزخ کا وعدہ دیا ہے۔ وہی انہیں کافی ہے۔ اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔ اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ جس طرح تم سے پہلے لوگ تم سے طاقت میں زیادہ تھے۔ اور مال اور اولاد میں بھی زیادہ تھے۔ پھر وہ اپنے حصہ سے فائدہ اٹھا گئے۔ اور تم نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا۔ جیسے تم سے پہلے لوگ اپنے حصہ سے فائدہ اٹھا گئے۔ اور تم بھی انہیں کی سی چال چلتے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے۔ اور وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

حالاتِ مذکورہ کا خلاصہ

(۱) وہ لوگ بڑے طاقتور تھے۔
(۲) بڑے دولتمند تھے۔
(۳) اولاد بھی بہت تھی
(۴) ان کے اعمال کی بارگاہ الٰہی میں نہ دنیا میں کوئی قدر ہوئی اور نہ آخرت میں ہوگی۔
(۵) انہوں نے دنیا میں پیدا ہوکر نقصان ہی اٹھایا۔
(۶) دنیا میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوکر لعنت کی موت سے مرے۔ اور آخرت میں دائمی دوزخ میں رہنے کا ٹکٹ لے کر گئے۔

حاصل

یہ نکلا کہ دنیا میں زور آور بھی۔ دولتمند بھی۔ صاحب اولاد بھی اور بدنصیب بھی

اعلانِ دوم

وَکَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ کَانَتْ ظَالِمَۃً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَھَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۝ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا ھُمْ مِّنْھَا یَرْکُضُوْنَ ۝ لَا تَرْکُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰی مَآ اُتْرِفْتُمْ فِیْہِ وَمَسٰکِنِکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْئَلُوْنَ ۝ قَالُوْا یٰوَیْلَنَآ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْکَ دَعْوٰھُمْ حَتّٰی جَعَلْنٰھُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ۝

سورہ الانبیاء رکوع ۲ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور ہم نے بہت بستیوں کو جو ظالم تھیں۔ غارت کر دیا ہے اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی۔ تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ مت بھاگو اور لوٹ جاؤ۔ جہاں تم نے عیش کیا تھا۔ اور اپنے گھروں میں جاؤ۔ تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے۔ ہائے ہماری کم بختی بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ سو ان کی یہی پکار رہی۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں ایسا کر دیا۔ جس طرح کھیتی کٹی ہوئی ہو۔ اور وہ بجھ کر رہ گئے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

ان آیات پر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ” یعنی جب عذاب الٰہی سامنے آگیا۔ تو چاہا۔ کہ وہاں سے نکل بھاگیں اور بھاگ کر جان بچالیں۔ اس وقت تکوینی طور پر کہا گیا۔ کہ بھاگتے کہاں ہو۔ ٹھہرو۔ اور ادھر ہی واپس چلو۔ جہاں عیش کئے تھے۔ اور جہاں بہت سے سامان تنعم جمع کر رکھے تھے۔ شاید وہاں کوئی تم سے پوچھے۔ کہ حضرت وہ مال و دولت اور زور و قوت کا نشہ کیا ہوا۔ وہ سامان کدھر گئے۔ اور جو نعمتیں خدا نے دے رکھی تھیں۔ ان کا شکر کہاں تک ادا کیا تھا۔ یا یہ کہ آپ بڑے آدمی تھے جن کی ہر موقع پر پوچھ ہوتی تھی۔ اب بھی وہیں چلئے۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ تا لوگ اپنے مہمات میں آپ سے مشورہ کر سکیں۔ اور آپ کی رائیں دریافت کر سکیں (یہ سب باتیں تہکما کہی گئی ہیں۔)“

حالاتِ مذکورہ کا خلاصہ

(۱) یہ لوگ مالدار ہیں۔
(۲) دولتمند بھی ہیں۔
(۳) بڑے زور والے بھی ہیں۔
(۴) ان پر مال و دولت کا نشہ ہے۔
(۵) عیش و عشرت کے سب سامان موجود ہیں۔
(۶) اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر نہیں کرتے۔

حاصل

یہ نکلا کہ باوجود دولتمند ہونے۔ سازوسامان عشرت کی فراوانی کے عذاب الٰہی میں مبتلا ہوکر دنیا سے لعنت کی موت سے مرے۔ اور آخرت کے لئے دوزخ میں سدا رہنے کا ٹکٹ لے کر گئے۔ اس سے واضح ہوگیا۔ کہ دنیا کے مال و متاع اور ساز و سامان کی فراوانی خوش نصیبی کی علامت نہیں ہے ورنہ یہ لوگ باوجود ان تمام سازوسامان کے لعنت کی موت سے کیوں مرتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اعلانِ سوم

فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کٰفِرُوْنَ ۝

سورہ التوبہ رکوع ۷ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ سو تو ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کر۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں انہیں عذاب دے۔ اور کفر کی حالت میں ان کی جانیں نکلیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ منافقوں کو جو مال اور اولاد دی گئی ہے۔ یہ چیزیں ان کے آرام پانے کے لئے نہیں۔ بلکہ ان کو سزا دینے کے لئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ بعض اوقات بعض نافرمانوں کو مال اور اولاد ان کی بدنصیبی کی بنا پر عطا فرماتا ہے۔ تاکہ وہ عمر بھر مال اور اولاد کا دکھ اٹھاتے رہیں اور انہیں مرتے دم تک چین نصیب نہ ہو۔

لہٰذا

یہ نظریہ غلط ثابت ہوا کہ مال کی بہتات اولاد کی کثرت سازوسامان کی فراوانی خوش نصیبی

کی علامت ہے۔ اس خطبہ کے ابتدا میں عنوان بھی یہی تجویز کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس غلط نظریہ سے دست بردار ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

خوش نصیب کون ہے

جب دُنیا داروں کے خوش نصیبی کے نظریہ کو غلط ثابت کر دیا گیا تو ایک عقلمند انسان کے دل میں لازمی طور پر یہ سوال پیدا ہوگا کہ پھر دُنیا میں خوش نصیب کون لوگ ہیں۔ کلام الٰہی میں اس سوال کا جواب موجود ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝ سورہ البینہ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں۔

بہترین مخلوقات ہونے کے دو سبب

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان شدہ انسانوں کی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ جن کے باعث ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں سے بہترین مخلوقات کا لقب عطا کیا گیا ہے۔ ان دو صفتوں میں سے پہلی ایمان اور دوسری عمل صالح ہے۔

ایمان دل میں ہوتا ہے

(قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ط)

سورہ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ بدویوں نے کہا۔ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ کہہ دو۔ تم ایمان نہیں لائے لیکن تم کہو۔ کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ ایمان کا ٹھکانا دل میں ہے

دل میں کس چیز پر ایمان لانا

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ۝

سورہ البقرہ رکوع ۴۰ پارہ ۳

ترجمہ رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اُترا ہے۔ اور مسلمانوں نے بھی مان لیا۔ سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے کو الگ نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ ہم نے سُنا اور مان لیا۔ اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں۔ اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے جو حکم ملے۔ اس کو ماننے کا اقرار کرتے ہیں گویا کہ ان کے دل کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ سے صاف ہو گیا۔

عمل صالح

خیر البریہ کا تمغہ پانے والے حضرات کی دوسری صفت عمل صالح ہے یعنی وہ نیکیاں کرتے ہیں۔ ہر وہ کام نیکی میں داخل ہو سکتا ہے۔ جس میں فقط اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی رضا مطلوب نہ ہو۔ نیکی کی اس تعریف میں انسان کا ہر کام آسکتا ہے۔ مثلاً کھانا اس لئے کھایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے وجود میں طاقت پیدا ہو۔ تو یہ کھانا نیکی ہے۔ اس نیت سے سویا جائے۔ کہ نماز میں نیند نہ آئے۔ یہ سونا بھی نیکی ہے۔ بیت الخلاء اس نیت سے جائے۔ تاکہ طبیعت صاف ہو جائے۔ اور نماز اطمینان قلب سے ادا ہو۔ تو بیت الخلاء جانا بھی نیکی ہے۔

غرضیکہ

جن حضرات کو خیر البریہ (بہترین مخلوقات) کا تمغہ دیا گیا ہے۔ ان کے ہر عمل حیات میں محض رضاء مولیٰ مطلوب ہوتی ہے۔ پھر کیوں نہ

خیر البریہ کہلائینگے

جب ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول کے اتباع کا جذبہ موجزن ہے۔ اور جو کام وہ کرتے ہیں۔ اس میں فقط رضاء مولیٰ مطلوب۔ محبوب اور مقصود ہوتی ہے۔ تو پھر کیوں نہ بہترین مخلوقات شمار کئے جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے

یہی حضرات خوش نصیب

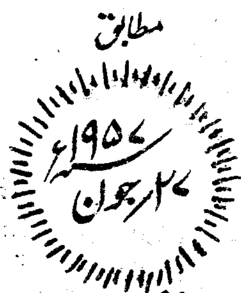
ہوں گے۔ اللھم اجعلنا منھم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ آمین یا الہ العالمین وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

منعقدہ





مطابق



طالب مولا کی تربیت تین طریقوں سے ہوتی ہے

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد عرض یہ ہے کہ ہر مجلس ذکر میں کوئی نہ کوئی صاحب نئے ہوتے ہیں۔ اس مجلس میں بعض احباب نئے ہیں تو آئیندہ دُوسرے احباب آجائینگے اس لئے ہر جمعرات کو مجھے اس مجلس کے انعقاد اور اس کے مقصد کو بیان کرنا پڑتا ہے تاکہ جو احباب نئے آئے ہیں انہیں بھی علم ہو جائے۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ بعض مُلکوں میں بعض خاص بیماریاں ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی جگہ جونکیں بہت ہوتی ہیں۔ کشمیر میں پسّو۔ چینوٹ میں گلہڑ اور کراچی میں کھٹمل ہوتے ہیں اور ہزار کوشش کے باوجود ان پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ اسی لئے کراچی کی عموماً آبادی پلنگوں اور چار پایوں کی بجائے فرش زمین پر سوتی ہے۔ جیسے ہر مُلک کی خاص تکلیفیں اور بیماریاں ہیں جو دُوسرے مُلک میں نہیں ہوتیں۔ ایسے ہی اس جہان کی رُوحانی بیماریاں ہیں۔ جو عالمِ ملکوت، جہاں سے ہم آئے ہیں وہاں نہیں تھیں اور عالمِ ناسُوت میں آتے ہی انسان کو لگ گئیں۔ ان رُوحانی بیماریوں کو گزشتہ مجلسوں میں کافی تفصیل سے بیان کر چکا ہوں۔ ان بیماریوں کی تشخیص اور ان کا علاج یہ ہے۔ اس مجلس کا اصل مقصد اللہ تعالےٰ ہمیں ان امراض سے شفایاب ہو کر اس دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج کی معروضات کا عنوان ہے۔ **طالب مولا کی تربیت تین طریقوں سے ہوتی ہے**

چنانچہ جن لوگوں کا مقصد زندگی حصُول رضائے مولا ہے۔ انہیں کامل سے تین طریقوں سے تربیت حاصل کرنی چاہیئے (۱) کامل کے اقوال سے (۲) کامل کے افعال سے (۳) اور کامل کی توجہ باطنی سے، منزل المقصود تک پہنچنے کے لئے ان تین طریقوں سے وابستگی کی اشد ضرورت ہے۔ یہ ہماری حدیث کی کتابیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اقوال و افعال ہی کے مجموعے تو ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم حضورؐ کے ارشادات کو یاد رکھتے تھے۔ آپ کے اعمال و افعال سے سبق حاصل کرتے تھے۔ اور حضورؐ کی دُعائیں ان کے شامل حال تھیں۔ صحبتِ شیخ میں ان تین طریقوں پر عمل پیرا ہونے سے "وصول الی اللہ" حاصل ہو جاتا ہے۔

ہر فن کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں۔ تصوف اور تزکیہ باطنی کے لئے بھی چند اصطلاحات مقرر ہیں۔ چنانچہ شیخ ان اصطلاحات کے ماتحت بولتا ہے اور طالب کان لگا کر سُنتا ہے۔ ہر صاحب فن اپنے فن اور ہنر کے متعلق معلومات حاصل کرتا ہے۔ مثلاً ایک چنے کا تاجر لائلپور لاہور اور گوجرانوالہ سے چنے ہی کے بھاؤ معلوم کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح تربیت روحانی کے طالب کامل کے افعال و اعمال اور اقوال معلوم کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو میرے حضرت کے خادم خاص اور خلیفہ مجاز تھے۔ انھوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سنایا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت کے ساتھ ایک دعوت میں شریک ہوئے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ کسی بے نماز کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ چنانچہ اس دعوت میں سب نے کھانا کھایا۔ حضرت بیٹھے رہے اور کھانا نہ کھایا، صبح حضرت نے میزبان سے پوچھا رات روٹیاں کس نے پکائی تھیں۔ اس نے کہا حضور کی خادمہ نے، حضرت نے پوچھا اور ساتھ کون تھا۔ اس نے جواب دیا میری بہو ساتھ پیڑے بنا بنا کر دیتی جاتی تھی۔ حضرت نے پوچھا وہ نماز پڑھتی ہے۔ اس نے کہا نہیں حضرت وہ نماز نہیں پڑھتی حضرت نے ایک دوسری پابند صوم و صلوٰۃ خادمہ کو فرمایا کہ وُہ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ کر روٹی پکا کر لائے۔ ہم نے رات اسی وجہ سے کھانا نہیں کھایا۔ لوگ کہتے ہیں اس جہاں میں بینا سارے اندھا کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں اس جہان میں اندھے سارے بینا کوئی کوئی۔ جس کو بکری اور سؤر میں تمیز نہ ہو جو حلال و حرام میں فرق نہ کر سکے جو نمازی اور بے نماز سب کے ہاتھ کی پکی کھا جائے اسے نابینا کہا جائے گا۔ یا بینا۔ ہماری اس مسجد کے ایک امام حافظ عبدالرحمٰن صاحب تھے۔ اللہ تعالےٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ پندرہ بیس سال تک یہاں نمازیں پڑھاتے رہے اور کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ ان کی آنکھیں دیکھنے میں بالکل صحیح و سلامت تھیں۔ مگر انہیں نظر کچھ نہیں آتا تھا۔ ایک عام آدمی کو حرام و مشتبہ چیز کھانے سے بظاہر کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن عالم ملکوت میں اس کے اثرات ظاہر ہو کے رہیں گے اور کامل کو ان چیزوں کی تمیز ہوتی ہے وہ حرام و مشتبہ چیز کے اثرات بد سے بچنے کی پوُری کوشش کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے ایک لقمہ حرام کھانے سے قلب کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ اللہ ھُوَ کے پاک نام کی لذّت اور اس کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ طبیعت پر انقباض طاری ہو جاتا ہے اولیاء اللہ کی صحبت میں مدید مدت تک رہنے سے یہ ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ میرے دادا پیر حضرت محمّد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لنگر میں فقراء کو پتلا بھات دیا جاتا تھا اور دنیاداروں کے نذرانے الگ رکھے جاتے تھے۔ جو دُنیا داروں کو کھلانے پلانے پر صرف ہوتے تھے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ طالب شیخ کے اقوال و اعمال اور شیخ کی نشست و برخواست سے عکس لیتا ہے۔ میرے پاس ایک کتاب ہے۔ جس میں سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کے اقوال درج ہیں۔ اقوال کے پڑھنے سے بھی شعور پیدا ہوتا ہے۔ مجھے اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے کا طریقہ معلوم ہے۔ میں اپنے حضرت کے حضوُر میں ہمیشہ دو زانو بیٹھتا تھا اور کبھی اسی ہیئت کے خلاف نہیں بیٹھا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ حضرت جبرائیل امین آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ ۔ ترجمہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لئے۔

حضرت صدیق اکبرؓ پہلے دن حضور کو پہچان گئے۔ لیکن ابو لہب اور ابوجہل آخر وقت تک حضورؐ کا مرتبہ نہ جان سکے۔ میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیو بند کو اولیاء اللہ میں سے سمجھتا ہوں۔ میں کہا کرتا ہوں لاہوری اندھے ہیں جو حضرت مولانا حسین احمد مدنی کو نہیں جانتے۔ وہ یقیناً اولیائے کرام میں سے ہیں۔ جمعیۃ علمائے ہند کے جلسوں میں جب شرکت کے لئے جاتا تھا۔ ہمیشہ ان کے سامنے دوزانو بیٹھتا تھا۔ ماشاء اللہ وہ مجاہد بھی ہیں بعض اوقات تین تین چار چار گھنٹے جلسہ گاہ میں بیٹھے رہتے۔ میں اسی ہیئت پر ان کے سامنے بیٹھتا۔ بعض اوقات میری رانوں میں درد ہو جاتا اور کبھی کبھی کافی شدت اختیار کر جاتا۔ لیکن میں نفس کو کہتا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو تجھے حضرت کے سامنے اسی طرح بٹھانا ہے۔ یہ باتیں میں آپ کی تربیت کے لیے کہہ رہا ہوں۔ آپ کی تربیت کرنا میرا فرض ہے۔ جب طالب ادب اور عقیدت کے ساتھ شیخ کے سامنے خاموش بیٹھتا ہے تو شیخ اس کے قلب پر توجہ کرتا ہے جس سے طالب کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ دنیا کے اور علوم و فنون سے یہ فن بالکل الگ ہے۔ باقی علوم بولنے اور پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر یہاں خموشی میں سب کچھ ملتا ہے۔

خاموشی معنیہا دارد کہ در گفتن نمی آید

اگر طالب صادق عقیدت ادب اور اطاعت کے ساتھ شیخ کے پاس کچھ عرصہ رہے تو شیخ دل سے نکال کر دل میں ڈال دیتا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ لیکن یہ سب کچھ تب ہے کہ جب واقعی کسی اللہ والے سے تعلق پیدا ہو جائے۔ ورنہ پنجاب کے بہروپئے پیر کا میں نے گذشتہ جمعہ میں آپ کو ایک واقعہ سنایا تھا کہ اس نے اپنے ایک مرید سے پانچہزار روپے کا مطالبہ کر دیا۔ مرید نے تین ہزار روپے لا کر دیدیئے ۲۲

عمومیت قربانی

ضیاء الدین خطیب جامع مسجد والا بیگڑی

الحمد للہ وکفیٰ سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد انگریزی نصاب تعلیم سے جو نقصانات پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی فہرست اگرچہ طویل ہے لیکن بندہ کے خیال میں دو باتوں کا سب سے زیادہ نقصان ہوا۔ ایک مسلمان کے ایمان کا اور دوسرا حیا کا۔ بے حیائی جو انگریز ہمیں دے گیا ہے مخلوط تعلیم کی وجہ سے آج بروز روشن کی طرح اس کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں۔ اگرچہ اس وقت سے لے کر اب تک علماء حقانی کو اولڈ فیشن کہا جاتا ہے کہ علماء ہماری ترقی میں حائل ہوتے ہیں۔ حالانکہ علمائے کرام نے کبھی بھی تعلیم انگریزی کے خلاف فتوے کفر صادر نہیں کیا تھا۔ [illegible] ہیں کونسی مخالفت ہے۔ لیکن علمائے کرام اس نصاب تعلیم کے پیچھے جو انگریز کی سکیمیں تھیں۔ جیسا کہ لارڈ میکالے کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ روشن مستقبل اور نقش حیات اس سلسلہ میں قابل دید ہیں ان سے باخبر تھے اور انہیں یہ خطرہ تھا کہ انگریز مسلمان کو خصوصاً بے حیا اور بے دین بنانا چاہتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سیلاب میں بڑے بڑے دینی خاندان و افراد بہہ گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بندہ نے ایسے علمائے کرام و مشائخ دیکھے جن کے علم و فہم کا کافی چرچا تھا۔ لیکن ان کی اولاد اگر آپ دیکھیں تو معلوم نہیں کہ ان کا تعلق کبھی اسلام اور مسلمانوں سے بھی ہوا ہے یا نہیں۔ افسوس کہ کھل کر کے مثالیں بعض وجوہ سے نہیں دے سکتا۔ غرضیکہ جو باتیں مسلم تھیں آج ان کے بارہ میں لب کشائی ہوتی ہے۔ کبھی مسئلہ قیامت پر بحث شروع ہوتی ہے کسی وقت عذاب قبر کا انکار کیا جاتا ہے۔ کہیں مسئلہ سزا مرتد و غلامی پہ گل افشانی ہوتی ہے اور عجیب عجیب رنگ سے اسلام کے ایک ایک مسئلہ پر زہر اگلا جاتا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی مسئلہ قربانی ہے۔ چنانچہ بعض منکرین کے بیانات نظر سے گزرے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے مقام حج کے علاوہ کسی دوسری جگہ قربانی کیلئے کوئی حکم نہیں (قرآنی فیصلے ص۵۵ از پرویز صاحب) ارشاد ہوتا ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مدینہ میں قربانی نہیں کی۔ جب حج کے لئے خود تشریف لے گئے تو وہاں جا کر قربانی کی (قرآنی فیصلے ص۵۵)

بندہ ان دونوں اقتباسوں کی کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تردید کریگا۔

(۱) کتاب اللہ۔ سورہ کوثر میں ارشاد ہوتا ہے فصل لربک وانحر۔ سنن الکبری جلد ۹ ص۲۵۱ میں اس کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت حسن و حضرت مجاہد و حضرت جبیر و حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں (فاذبح یوم النحر) آپ عید کے دن قربانی کریں۔ جیسا یہاں نماز میں عمومیت ہے۔ ہر بستی والے ہر شہر والے پڑھیں۔ اسی طرح قربانی میں بھی عمومیت ہے کہ ہر جگہ والے قربانی کریں۔

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پورے دس سال مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے اور قربانی کرتے رہے۔ (رواہ الترمذی و مشکوٰۃ ص۱۲۹ جلد اول)

(۲) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے مدینہ طیبہ میں دو مینڈھے قربانی کیے (بخاری ص۸۳۴ ج۲)

(۳) ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ اپنے ہاتھ مبارک سے دو اونٹوں کی قربانی دی اور وہ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے۔ (نسائی ۲ ص۲۲۹)

(۴) حضرت سعد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کوچہ و گلی کے کنارے پر اپنے ہاتھ سے قربانی کی جو بنو زریق (انصار مدینہ کا مشہور قبیلہ ہے) کے راہ پر واقع تھا

(۵) حضرت عاصم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم فارس کے علاقہ میں دشمنوں سے جنگ کر رہے تھے اور ہمارا جرنیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے چنانچہ ہمیں یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ قربانی کے دن آگئے ہیں اور ہمیں سال بھر کی عمر کی بکریاں دستیاب نہیں ہو سکتیں تو حضرت مجاشع بن مسعود نے فرمایا اگر بکریاں نہیں مل سکتیں تو کیا حرج ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ۶ ماہ سے زیادہ عمر کی بھیڑ کی قربانی بھی جائز ہے سو انکی قربانی کر لو (مستدرک ج۴ ص۲۲۶۔ نسائی ج ۲ ص۱۸۱ سنن کبری ج ۹ ص۲۷)

قربانی میں آپ کی وصیت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

۲۲ لیکن پیر صاحب کا منہ سیدھا نہ ہوا جب تک اس نے پانچہزار روپے پورے نہ کر دیئے۔ ادھر میں حضرت امروٹی کا ایک واقعہ آپ کو سنایا کرتا ہوں۔ کہ ایک شخص نے پانچسو روپیہ لا کر حضرت کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ لنگر کا بہت خرچ ہے۔ میں آپ کی مدد کیلئے لایا ہوں یہ سننا تھا کہ حضرت غصہ میں آگئے۔ فرمایا اسے واپس لے جا۔ مجھے خدا کی مدد کی ضرورت ہے۔ مجھے تیری مدد کی ضرورت نہیں۔ تو میرے بھائیو یہ فرق ہے حضر

نغمۂ حُجّاج

(از مولانا عبد الحمید صاحب سروش معلم عربی گورنمنٹ سنٹرل ماڈل ہائی سکول لاہور)

آتی ہیں مدینہ سے پھر حمد کی آوازیں
ہیں کان شناسا سے، ہیں میٹھی سی آوازیں

پھر وقت رحیل آیا حُجّاج کے نغموں کا
پھر اُٹھنے لگیں ہر سُو لبّیک کی آوازیں

گونجیں کہیں تسبیحیں اُبھریں کہیں تہلیلیں
پھر آنے لگیں پیہم صلوات کی آوازیں

تھا چشم براہ عالم اک سال کی مُدّت سے
پھر آئیں بحمد اللہ یہ پیاری سی آوازیں

پھر لطفِ حقیقی سے معمور فضائیں ہیں
آنے لگیں کیف آگیں پر سال کی آوازیں

پہنچی دلِ ویراں تک اک دولت لافانی
یا لطف و طمانیت کی سرمدی آوازیں

اُبھری ہیں مدینہ سے اور وادیٔ فاراں سے
الفاظ میں سُنّت کے قرآن کی آوازیں

قسمت کی بلندی کی حد کیا ہے مری اب تو
کانوں میں سمائی ہیں دلدار کی آوازیں

ہُشیار! رہِ حق سے ہٹنے نہ قدم پائے
اس راہ سے آتی ہیں اللہ کی آوازیں

آواز درا گونجی وہ جانبِ مغرب سے
ہمراہ حدی خواں کی ہیں دھیمی سی آوازیں

مشرق کے سپہ مستو اٹھو ذرہ غفلت سے
وہ ساقیِ کوثر کی ہیں آ رہی آوازیں

اے کاش رہِ یثرب میں خاک بسر پھرتے
ہوتیں لبِ عاصی پر فریاد کی آوازیں

اک بندہ کمیں تر ہوں اس شاہِ گرامی کا
کہتی ہیں سروش اپنے افکار کی آوازیں

حضرت ابراہیمؑ کا پیغام

(از مولانا احمد صاحب ایم اے فاضل دیوبند - لکھنؤ (انڈیا)

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ لا قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (البقرہ ع ۱۶)

حق و باطل اور نور و ظلمت کی جنگ دُنیا میں ابتدا سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی - ہر دور میں باطل نے شمع صداقت کو گل کرنے کے لئے اپنی اجتماعی قوت سے چھاپے مارے - لیکن دستِ قدرت نے اپنی سنّت مستمرہ کے بموجب اپنے نور کی تکمیل کی - اور طاغوت پرستوں کی پھونکوں سے اپنے چراغ ہدایت کو بجھنے نہ دیا۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○

(سورہ الصف رکوع ۱ پارہ ۲۸)

کافر چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرے گا اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو۔

اب سے تقریباً چار ہزار برس پہلے شہر بابل (باب ایل یعنی اللہ کا دروازہ) اسم بے مسمّی تھا کیونکہ اس میں شیطان کی عملداری تھی - اشرف المخلوقات اپنے خالق کا دروازہ چھوڑ کر چاند - سُورج - ستاروں اور بُتوں کے سامنے جُھک کر ذلیل ہو رہا تھا اور زبان حال سے لَقَدْ[۵۱] خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ○ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ○ (سورہ التین پارہ ۳۰) کی دلیل دے رہا تھا - اللہ کے سوا کائنات کی ہر چیز معبود تھی - انسان نے اپنے خادموں کو مخدوم بنا لیا تھا - اور اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق نہیں رہا تھا "اِنَّ[۵۲] عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ○" (سورہ الیل پارہ ۳۰) کا وعدہ کرنے والے نے

۵۱ بے شک ہم نے انسان کو بہترین طرز پر پیدا کیا - پھر اسے بدترین بنا دیا -
۵۲ بے شک ہمارے ہی ذمہ ہدایت ہے -

حسب عادت اپنی مخلوق کو بادیۂ ضلالت میں بھٹکتا ہُوا چھوڑنا گوارا نہ کیا اور روزِ الست[۵۳] میں کئے ہوئے معاہدہ کی یاد دہانی کے لئے تاریکی میں نور چمکایا اور کفر و شرک کی بیخکنی کے لئے اہلِ بابل ہی میں سے موحّدِ اعظم حضرت ابراہیمؑ کو مبعوث کیا -

آپ نے "کلّموا[۵۴] الناس علی قدر عقولہم" کے اصول کے موافق اپنی ستارہ پرست قوم کو توحید کا قائل کرنے کے لئے یہ اسلوب اختیار کیا کہ ان کے باطل معبودوں یعنی سیّاروں کو پہلے برحق فرض کر کے ان کی الوہیّت کی تردید کی

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ج قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ج فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ج فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۤلِّيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّىْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ج فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○

سورہ الانعام رکوع ۹ پارہ ۷

جب رات کی تاریکی چھا گئی تو آپ نے ایک ستارہ دیکھا اور کہا یہ میرا رب ہے - جب وہ ڈُوب گیا تو آپ نے کہا مَیں ڈُوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا - جب آپ نے چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا - یہ میرا رب ہے - جب وہ ڈُوب گیا تو آپ نے کہا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دے تو مَیں ضرور گمراہ ہو جاؤں - جب آپ نے سورج کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے - یہ سب سے بڑا ہے جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے کہا اے میری قوم تم جن چیزوں کو خدا کا شریک قرار دیتے ہو مَیں ان سے بیزار ہوں -

اس طرح غیر اللہ کا انکار کرنے کے بعد آپ نے اللہ کا اقرار کیا -

اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ

۵۳ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ - کیا مَیں تمہارا رب نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰى - انسانوں نے جواب دیا ہاں
۵۴ لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو -

وَالْاَرْضَ [illegible] اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

(سورہ [illegible] رکوع ۹ پ ۷)

مَیں خلوص کے ساتھ اس خدا کی طرف متوجہ ہُوا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا - اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں -

یہ تھا لا الہ الّا اللہ کا مدلل نعرہ جس کی تاب نہ لا کر ساری قوم آپ کی دشمن ہو گئی - لیکن آپ کی آواز کو نہ دبا سکی - اور آپ پہاڑ سے زیادہ ثبات و استقلال کے ساتھ تمام خطرات کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے - اور گمراہوں کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتے رہے - حدیث میں ہے کہ جو کوئی بُرا کام ہوتے دیکھے تو اسے چاہیئے کہ بزور اس کا انسداد کرے - اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اُس کی مذمت کرے - اگر اتنی بھی استطاعت نہ ہو تو دل میں اسے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے - اسلام کے معمار اوّل حضرت ابراہیمؑ کا طرزِ عمل ثانی اذکر تھا -

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ط

سورہ النحل رکوع ۱۶ پارہ ۱۴

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بُلاؤ - اور بہترین طریقہ سے ان کا مقابلہ کرو -

مثل مشہور ہے کہ خیرات گھر سے شروع ہوتی ہے یعنی ہر اچھی بات کی ابتدا گھر سے ہونی چاہئے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہُوا تھا - وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ○

(سورہ الشعراء رکوع ۱۱ پارہ ۱۹)

(اپنے قریبی کنبہ والوں کو آگاہ کرو)

حضرت ابراہیمؑ نے بھی دعوت و اصلاح کا آغاز اپنے گھر والوں سے کیا اور اپنے بت تراش باپ یا چچا کو توحید کا پیغام سُنایا اور حق کے معاملہ میں قرابت اور بزرگی کا لحاظ نہیں کیا

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِىْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (سورہ الانبیاء رکوع ۵ پارہ ۱۷)

جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ بُت کیا ہیں جن کی پرستش میں تم مصروف ہو -

اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِىْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِىْ فَطَرَنِىْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ○

سورہ الزخرف رکوع ۳ پارہ ۲۵

جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم جن چیزوں کی پرستش کرتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔ اس ہستی کے سوا جس نے مجھے پیدا کیا۔ پس وہی مجھے ہدایت دے گا۔

(اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْئًا وَّلَا یَضُرُّكُمْ ۞ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۞)

سورہ الانبیاء رکوع ۵ پارہ ۱۷

کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو کچھ نفع اور ضرر نہیں پہنچاتی۔ افسوس ہے تم پر اور اس چیز پر جس کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟

(وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۞)

سورہ الانعام رکوع ۹ پارہ ۷

جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا۔ کیا تم بتوں کو خدا مانتے ہو میں تم کو اور تمہاری قوم کو صریح گمراہی میں پاتا ہوں۔

اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۞ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۞

سورہ الصّٰفّٰت رکوع ۳ پارہ ۲۳

کیا تم اپنی تراشی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتے ہو۔ حالانکہ تم کو اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔

(اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْئًا ۞ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ۞ یٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ۞ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا ۞) سورہ مریم رکوع ۳ پارہ ۱۶

جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا اے باپ تم ایسی چیز کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے۔ اور نہ تم کو کچھ فائدہ پہنچاتی ہے۔ اے باپ میرے پاس وہ علم آیا ہے۔ جو تمہارے پاس نہیں آیا۔ اس لئے میری پیروی کرو۔ میں تم کو سیدھے راستے کی ہدایت کروں گا۔ اے باپ شیطان کی عبادت نہ کرو۔ بیشک شیطان رحمٰن کا باغی ہے۔ اے باپ مجھے ڈر ہے کہ تم پر رحمٰن کا عذاب نازل ہو اور تم شیطان کے دوست بن جاؤ۔

(وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ۞) سورہ مریم رکوع ۳ پارہ ۱۶

میں تم کو اور اس چیز کو جسے تم اللہ کے سوا پکارتے ہو چھوڑتا ہوں۔ اور اپنے رب کو پکارتا ہوں۔ امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہ رہوں گا۔

(وَاِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞) سورہ العنکبوت رکوع ۲ پارہ ۲۰

اور ابراہیمؑ جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔ اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس سے ڈرو۔ وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ گھڑتے ہو۔ جن ہستیوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہارے رزق کی مالک نہیں ہیں۔ پس اللہ سے رزق طلب کرو اور اس کی عبادت کرو۔ اور اس کا شکر کرو۔ اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

آپ کے والد نے آپ سے قطع تعلق کیا۔ قوم آپ کے خون کی پیاسی ہوگئی۔ لیکن آپ کے عزم و استقلال میں فرق نہ آیا۔ اور آپ حکیمانہ دلائل سے اشاعت حق میں مصروف رہے۔ وہ لوگ آپ کی معقول تعلیم سے متاثر اور لاجواب ہو گئے۔ لیکن ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی تھی جو قبول حق میں مانع ہوئی۔ بادشاہ نمرود سے آپ کی شکایت کی گئی۔ اس نے آپ کو طلب کیا اور آپ کے دلائل و براہین سے مبہوت ہوگیا لیکن ایمان کی توفیق نہ ہوئی۔

خاندان۔ قوم اور سلطنت تینوں آپ کے مخالف تھے۔ آپ کو ہلاک کرنے کے لئے سازشوں کا جال بچھایا گیا۔ لیکن آپ نے راہِ راست سے قدم نہ ہٹایا اور جانی و مالی قربانی کے لئے مستعد ہوگئے۔ کیونکہ آپ کی خصوصیت ہی یہ تھی۔ "اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞"

سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پارہ ۱

(جب اس کے رب نے اس سے کہا اطاعت کر تو اس نے عرض کیا میں نے جہانوں کے رب کی اطاعت کی)

"وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ"[۳] سورہ المائدہ رکوع ۱۰ پارہ ۶

کے بموجب اللہ تعالےٰ نے آپ کو دشمنوں کے شر سے بچایا اور ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے ترک وطن کر کے فلسطین میں اقامت اختیار کی اور دشمنوں کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ۞ (سورہ الانبیا رکوع ۵ پارہ ۱۷)

انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ فریب کا ارادہ کیا۔ لیکن ہم نے ان کو ناکام کر دیا۔

فلسطین میں آپ کے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے۔ آپ نے حکم الٰہی سے اپنے اس اکلوتے بچے اور اس کی والدہ کو صحرائے عرب کے اس مقام پر آباد کر دیا۔ جہاں آج کل مکہ معظمہ واقع ہے۔ جسے دنیائے اسلام کا مرکز بننا تھا۔ وطن کی قربانی کے بعد یہ آپ کی دوسری قربانی تھی اللہ کے حکم سے آپ نے اپنی اہلیہ اور اکلوتے بیٹے کی جدائی گوارا کی اور اس آزمائش میں پورے اترے۔

کچھ مدت بعد اس سے بھی بڑا امتحان لیا گیا۔ جب حضرت اسماعیلؑ ذرا بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے جگر گوشہ کو ذبح کر رہے ہیں۔ چونکہ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ خواب اس حکم کے مرادف تھا کہ اپنے بیٹے کو راہِ خدا میں قربان کر دو۔ حضرت ابراہیمؑ "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ"[۱] (سورہ البقرہ رکوع ۲۰ پارہ ۲) کے تقاضے سے بلا تامل اس حکم کی تعمیل پر آمادہ ہو گئے۔ آپ اللہ تعالےٰ کے تعلق کو ہر تعلق پر مقدم رکھتے تھے۔ اور آپ کا مسلک تھا۔ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ"[۲] (سورہ ال عمران رکوع ۱۰ پارہ ۴) چنانچہ آپ نے حضرت اسماعیلؑ سے فرمایا۔ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ (سورہ الصّٰفّٰت رکوع ۳ پارہ ۲۳)

اے پیارے بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ پس تیری کیا رائے ہے؟" سعادت مند بیٹے نے فوراً عرض کیا۔ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۞ - اے میرے والد آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کیجئے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے

---

[۱] جو لوگ ایمان لائے وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ [۲] تم ہرگز نیک نہیں ہوگے۔ جب تک اپنی پسندیدہ چیز خرچ نہ کرو گے۔

[۳] اللہ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا۔

حضرت ابراہیمؑ اس جواب سے مسرور ہوئے۔ کیونکہ آپ کو موقع ملا کہ خدا اور اس کے فرمان پر اپنی محبوب ترین چیز قربان کردیں۔ ایمان کی پہلی سیڑھی ہی یہ ہے کہ اللہ کی محبت ہر چیز کی محبت پر غالب ہو۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً (البقرہ رکوع ۲۵) — ایمان والو اللہ کی کامل فرمانبرداری کرو۔ لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (سورہ المنافقون رکوع ۲ پارہ ۲۸) تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کریں۔

جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا قصد کیا تو اللہ تعالےٰ نے خاص وحی کے ذریعہ سے آپ کو روک دیا۔ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ○ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰھِیْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ○ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ○ وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ○ (سورہ الصّٰفّٰت رکوع ۳ پارہ ۲۳)

جب ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی اور ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو پیشانی کے بل گرایا اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیمؑ۔ تو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ بے شک ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ بیشک یہ ایک صریح آزمائش تھی اور ہم نے اس کو فدیہ میں ایک بڑی قربانی دی اور آنے والوں میں اس کی یادگار باقی رکھی۔ سلام ہے ابراہیمؑ پر۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو عرب کے بیابان میں آباد کرکے ان کو اور ان کی نسل کو راہ حق میں پہلے ہی قربان کردیا تھا۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ○ (سورہ ابراہیم رکوع ۶ پارہ ۱۳)

اے ہمارے رب میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے مقدس گھر کے قریب ایک بنجر وادی میں آباد کردیا ہے۔ اے ہمارے رب تاکہ یہ نماز قائم کریں پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے اور ان کو کھانے کے لئے پھل دے تاکہ وہ شکر کریں۔

لیکن چونکہ اس زمانہ میں انسانی قربانی کا دستور تھا اس لئے آپ اس خواب کو ظاہر پر محمول کرکے ان کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ جس سے آپ کو روک دیا گیا اور حقیقی تعبیر یہ بتائی گئی کہ اسماعیلؑ کو بیت اللہ کی خدمت کے لئے وقف کیا جائے۔

یہ تھا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے صبر کا نمونہ۔ صبر وہ ملکہ ہے جس سے اپنے نفس کے خلاف کسی امر سے پیدا ہونے والے جذبہ کو قابو میں رکھا جائے۔ اللہ نے اپنے کلام میں اس کے لئے ایک سورۃ وقف کردی۔ وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ (سورہ والعصر پارہ ۳۰)

(یعنی) زمانہ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ انسان نقصان اُٹھاتا ہے۔ ان لوگوں کے سوا جو ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی نصیحت کرتے ہیں) اور اس کے فضائل بیان کئے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○ (بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ (اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (سورہ البقرہ رکوع ۱۹ پارہ ۲ (صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنائیے) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○ (سورہ البقرہ رکوع ۱۹ پارہ ۲) (اے ایمان والو۔ صبر اور نماز سے صبر حاصل کرو۔)

انبیاءؑ اور اولیا بے شک کامل ہوتے ہیں۔ لیکن آزمائش کے بغیر ان کے جوہر نہیں کھلتے اور مرتبے ظاہر نہیں ہوتے۔ اس لئے طرح طرح سے ان کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہونے کی وجہ سے امتحان سے بے نیاز ہے۔ لیکن دوسروں پر حقیقت ظاہر کرنے کے لئے آزمائش کے سوا چارہ نہیں۔ انسان کی پوری زندگی ایک امتحان ہے اور انسان پیدا کیا گیا ہے۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (سورہ الملک رکوع ۱ پارہ ۲۹) (اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تم کو جانچے کہ تم میں کس کا عمل سب سے اچھا ہے)

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی (سورہ القیمٰۃ رکوع ۲ پارہ ۲۹) (کیا انسان یہ گمان رکھتا ہے۔ کہ وہ بے حساب چھوڑ دیا جائے گا۔)

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ (سورہ المؤمنون رکوع ۶ پارہ ۱۸) (کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔)

(اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ○ سورہ العنکبوت رکوع ۱ پارہ ۲۰) (کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو یہ دعوےٰ کرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔ کہ "ہم ایمان لائے۔" اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی)

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (سورہ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶) (اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ ان سے کہہ دیجئے کہ ہم ایمان نہیں لائے۔ بلکہ یہ کہو۔ کہ ہم رسمی طور پر مسلمان ہوگئے)

حضرت ابراہیمؑ کی زندگی امتحانوں کا مجموعہ تھی۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے آپ ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔ وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ○

جب ابراہیمؑ کے رب نے کچھ باتوں میں اس کا امتحان لیا اور وہ ان باتوں میں پورا اُترا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ میں نے تجھے لوگوں کا امام بنایا۔ اس نے پوچھا کیا میری اولاد میں بھی امام ہونگے۔ اللہ نے کہا میرا یہ عہد ظالموں کے لئے نہیں ہے۔

یعنی امام بننے کے لئے صرف تمہاری تمہاری نسل میں ہونا کافی نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے نقش قدم پر چلنا لازمی ہے۔ تمہاری اولاد میں جو ظالم ہوگا۔ وہ امامت کا مستحق نہیں ہوگا۔ کیونکہ قانون الٰہی یہ ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (سورہ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶) اللہ کے نزدیک بزرگی اور شرافت کا مدار تقویٰ پر ہے۔ جو جتنا متقی ہوگا اتنا ہی شریف ہوگا۔ نسل۔ رنگ۔ قوم۔ زبان۔ وطن پر بزرگی موقوف نہیں ہے۔ چنانچہ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد جب تک آپ کا اتباع کرتی رہی امامت کی مستحق رہی۔ اور "فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ" (سورہ البقرہ رکوع ۵ پارہ ۱) کا تاج

اس کے سر کی زینت رہا۔ لیکن جب وہ راہِ راست سے بھٹک گئی تو یہ تاج اس کے سر سے اتار لیا گیا۔ اور "ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ . . . . وَالْمَسْكَنَةُ" (سورہ آل عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴) کا طوق اس کے گلے میں ڈالا گیا۔

امامت کا تاج امت محمدیہ کے سر پر رکھ دیا گیا۔ اور اس منصب جلیل کی تفویض کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (آل عمران رکوع ۱۲) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئی تم نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور بدی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (سورہ البقرہ رکوع ۱۷ پارہ ۲) اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی راہ پر چلنے والی امت بنایا۔ تاکہ تم لوگوں کے گواہ ہو اور رسول تمہارا گواہ ہو۔

آج امت مسلمہ عملاً اس فضیلت و امامت سے محروم ہے کیونکہ وہ ابتلاء ابراہیمی میں پوری نہیں اترتی۔ قانونِ الٰہی سب کے لئے ایک ہے۔ وہ نہیں بدلا لیکن مسلمان بدل گئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد امامت ملی۔

وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ (سورہ النحل رکوع ۱۶ پارہ ۱۴)

لیکن آج مسلمان کسی عمل اور جدوجہد کے بغیر انعام الٰہی کے خواستگار ہیں حالانکہ ہر امت کو قربانیوں کے بعد ہی دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل ہوتی ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ٥ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ع (سورہ آل عمران ۱۵ پارہ ۴)

اور بہت سے نبیوں نے قتال کیا ان کے ساتھ بہت سے اہل اللہ تھے پس اللہ کی راہ میں ان کو جو تکلیف پہنچی اس کی وجہ سے وہ سست کمزور اور پست ہمت نہ ہوئے۔ اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اور ان لوگوں کی دعا صرف یہ تھی کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہوں اور زیادتیوں کو معاف کر اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔ پس اللہ نے ان کو دنیا اور آخرت کا اچھا اجر دیا اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

لہٰذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو اس قانون سے مستثنےٰ کیا جائے۔

ہم میں کتنے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط (سورہ التوبہ رکوع ۱۴ پارہ ۱۱) کا عملی نمونہ بن کر اپنی جان اور مال کو اللہ کی ملکیت اور امانت تصور کرتے اور نفوس امارہ کی قربانی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تقوے کا مطالبہ کیا ہے لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط (سورہ الحج رکوع ۵ پارہ ۱۷) (ذبح کئے ہوئے جانوروں کے گوشت اور خون اللہ تک ہرگز نہ پہنچیں گے۔ لیکن تمہارا تقویٰ اس تک پہنچے گا۔) اور تقوے کا اجر اتنا بڑا مقرر کیا ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ٥ (سورہ آل عمران رکوع ۸ پارہ ۳) (اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے) اور اللہ کی محبت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ (قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورہ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳) (اے رسولؐ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ تم اللہ کے محبوب بن جاؤگے دوسرے لفظوں میں تقوے صرف رسول اللہ کے اتباع کا نام ہے۔

احکم الحاکمین کے محبوبوں کو کون زیر کر سکتا ہے۔ لیکن کس قدر عبرت کی بات ہے کہ قلیل التعداد صحابہؓ دنیا پر بھاری تھے۔ اور آج کروڑوں مسلمان غیروں کی غلامی کے بوجھ کے نیچے کراہ رہے ہیں۔ کیونکہ وہ صرف "آمنّا" کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور اس دعوے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے اور آزمائش کے وقت ان کے قدم اکھڑ جاتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ" (سورہ العنکبوت رکوع ۱ پارہ ۲۰) (لوگوں میں وہ ہے جو کہتا ہے ہم اللہ پر ایمان لائے۔ پس جب وہ اللہ کی راہ میں ستایا جاتا ہے۔ تو لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کی مانند قرار دیتا ہے) وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ٥ (اور اللہ ضرور جان لے گا مومنوں کو اور ضرور جان لیگا منافقوں کو)

آج مسلمان اپنی ایمانی کمزوری اور عملی کوتاہی کی وجہ سے اس خس و خاشاک کی مانند ہیں۔ جسے سیلاب بہا کر لے جاتا ہے۔ دوسری قومیں ان پر اس طرح گر رہی ہیں۔ جس طرح بھوکا کھانے کی رکابی پر گرا کرتا ہے (حدیث) ان کا خون پانی سے ارزاں ہے۔ روئے زمین ان کے لئے آتش نمرود ہے جسے گلزار بنانے کا ذریعہ صرف اسوۂ ابراہیمؑ ہے ع

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ (سورہ الممتحنہ رکوع ۱ پارہ ۲۸) (بے شک تمہارے لئے ابراہیمؑ میں ایک اچھا نمونہ ہے)

اب اسوۂ ابراہیم پیغمبر اسلام کے اسوۂ حسنہ کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اسی کی پیروی سے ابراہیمؑ کا سا ایمان پیدا ہو سکتا ہے۔ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ط هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۵۵ (سورہ الحج رکوع ۱۰ پ ۱۷) (اپنے باپ ابراہیمؑ کے دین کی پیروی کرو۔ اور اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے)

اِتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط (سورہ النحل رکوع ۱۶ پ ۱۴) (مخلص ہو کر دین ابراہیم کا اتباع کرو)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱) (تمہارے لئے محمد رسول اللہؐ ایک

۵۱ میں نے تم کو جہانوں پر فضیلت دی۔
۵۲ ان پر ذلت اور کمزوری مسلط کی گئی۔
۵۳ ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بیشک وہ آخرت میں صالحین میں ہوگا۔

۵۴ بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

اچھا نمونہ ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ مصائب و آلام کے اس نازک دور میں تمام مشکلات سے بے پروا ہو کر صحابہ کرام کی طرح اسلام کا جھنڈا بلند کریں۔ اور آگ کی بھٹی سے سونا بن کر نکلیں۔ السعی منی والاتمام من اللہ

امت محمدیہ کو انبیاء سابقین میں سب سے زیادہ تعلق حضرت ابراہیمؑ سے ہے۔

مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (آل عمران ع ۷) (ابراہیمؑ نہ یہودی تھا نہ نصرانی لیکن مخلص مسلم تھا اور وہ مشرکوں میں نہ تھا۔ بے شک ابراہیمؑ سے قریب ترین لوگ وہ ہیں۔ جنھوں نے اس کا اتباع کیا اور یہ نبی اور ایمان لانے والے رسول اللہؐ کی طرح آپ کی زندگی بھی مسلمانوں کے لیئے اسوہ حسنہ ہے

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (البقرۃ ع ۱۶) (وہ کہتے ہیں کہ تم یہودی یا نصاریٰ ہو جاؤ۔ تاکہ ہدایت پاؤ۔ ان سے کہدیجیئے کہ نہیں بلکہ ہم مخلص ہو کر ابراہیم علیہ السلام کے دین کا اتباع کرینگے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ (الممتحنہ ع ۱) (بے شک تمہارے لیئے ابراہیم کی زندگی میں ایک اچھا نمونہ ہے)

آپ ہی امۃ مسلمہ کے بانی تھے۔

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورۃ الحج رکوع ۱۰ پ ۱۷)

جس بیت اللہ کی تجدید آپ نے کی تھی

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ[۱] (سورۃ البقرہ رکوع ۱۵ پ ۱) (وہ مسلمانوں کا مرکز اور قبلہ ہے)۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ (البقرہ ع ۱۸) (جہاں سے تم نکلو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو)

مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ تعمیر کیا تھا مسلمانوں کا مصلیٰ ہے۔ وَاتَّخِذُوْا[۲] مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى (سورۃ البقرہ رکوع ۱۵ پ ۱)

کعبہ کی دیواریں اٹھاتے وقت آپ نے رسول اللہؐ کی بعثت کے لیئے دعا کی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (البقرہ رکوع ۱۵)

(اے ہمارے رب اہل مکہ میں انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کی اصلاح کرے)

یہ دعا مقبول ہوئی اور انہی صفات سے متصف ایک نبی بھیجا گیا۔

اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ[۳] (البقرۃ ع ۱۸)

(ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں سناتا ہے اور تمہاری اصلاح کرتا ہے اور تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور تم کو وہ باتیں بتاتا ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے)

چنانچہ حدیث میں ہے "انا دعوۃ ابی ابراھیم" میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا کا نتیجہ ہوں۔ آپ کی کنیت ابوالملۃ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج میں ابراہیمؑ کو دیکھا اور ان کی اولاد میں اپنے آپ کو ان سے سب سے زیادہ مشابہ پایا۔ آپ ہی کی ملت ملت محمدیہؐ ہے۔

اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا (النحل ع ۱۶) (ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ مخلص ہو کر ابراہیم کے دین کا اتباع کیجیے۔

تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابراہیم اور آپ کی آل پر بھی درود پڑھا جاتا ہے۔ کما صلیت علےٰ ابراھیم وعلیٰ ال ابراھیم۔ انہی وجوہ سے آپ رسول اللہؐ کے سوا تمام انبیاء سے افضل تھے۔

حضرت ابراہیم کی روح المقدس جَآءَ الْحَقُّ[۴] وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

بنی اسرائیل رکوع ۹ پ ۱۵) کا اعلان کر رہی ہے نمرود ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔ اس کی سلطنت۔ خزانہ اور لشکر اسے عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے۔ کلدانیوں کی حکومت ایک داستان پارینہ ہو گئی۔ بابل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ اس کے کھنڈروں پر مکڑی پردہ داری کر رہی ہے اور اُلّو نوبت بجا رہا ہے۔ آج دنیا میں نمرود کا کوئی نام لیوا نہیں ہے۔ لیکن دنیا کی کم سے کم ایک تہائی آبادی حضرت ابراہیمؑ کے احترام کو جزو ایمان سمجھتی ہے۔ عالم اسلام میں آپ کی یادگار منائی جا رہی ہے روئے زمین کے گوشہ گوشہ سے لاکھوں مسلمان زر کثیر صرف کر کے اور سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے اپنے اہل و عیال اور متعلقین سے جدا ہو کر آپ کے تعمیر کردہ بیت اللہ کی زیارت سے بہرہ اندوز ہونے کے لیئے جا رہے ہیں

بلے ہر جا شود خود آشکارا
سہا را جز نہاں بودن چہ یارا

دنیا میں دوسری قومیں بھی تیوہار مناتی ہیں۔ لیکن ان میں اور اسلامی تیوہاروں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ غیر اسلامی تیوہاروں کی بنیاد شرک اور فسق و فجور پر ہے۔ ان میں کہیں بتوں کی پوجا ہے۔ کہیں کواکب پرستی۔ کہیں نباتات و حیوانات کی تعظیم۔ کہیں صلیب کی تقدیس۔ کہیں

(اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ[۵] (سورہ التوبہ رکوع ۵ پارہ ۱۰) کے مظاہرے کہیں اسلاف کی الوہیت کے نعرے۔ کہیں فحاشی کے نظارے کہیں اخلاق سوز رسموں کی پابندی۔ اس کے برخلاف اسلامی تیوہاروں میں توحید۔ حسن اخلاق۔ خدا کی حمد و ثنا۔ اخوت و اتحاد۔ خیرات اور خدمت خلق کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کاش مسلمان حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے جذبات اپنے اوپر طاری کر کے حقیقی عید الضحےٰ منائیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

---

[۱] جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ مکان کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔

[۲] مقام ابراہیم کو مصلے بناؤ۔

[۳] یہ مضمون قرآن مجید میں کئی دفعہ دہرایا گیا ہے۔

[۴] حق آ گیا اور باطل غائب ہو گیا۔ بیشک باطل غائب ہونے والی چیز ہے۔

[۵] انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں کو رب بنا لیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ صَلوٰتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

سیرتِ ابراہیمیؑ اور جذبِ اسمٰعیلیؑ

(از جناب ایم عبد الرحمٰن صاحب لودھیانوی بی-اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

اسلام ایک عظیم الشان محل ہے - اس محل کی بنیادیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ڈالی ہیں اور اس محل کی عمارت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائی ہے - پس اگر کوئی شخص یہ چاہیے کہ وہ خدا کے نقشے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عمارت کھڑی کرے تو اُس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی قائم کی ہوئی بنیادوں کو تلاش کرے - آج کل سالانہ اجتماع اسی لئے ہے کہ ہم ابراہیمیؑ بنیادیں تلاش کرکے اُن پر اپنے دین کی عمارت قائم کریں - ہماری عید ہمارا اسلام ہے - اگر ہم نے اسلام کو پا لیا تو ہم کامیاب ورنہ ناکامیاب -

اسلام یہ ہے کہ ہم حکم کے بندے بن جائیں - اللہ کے لئے اپنی خواہشات کو قربان کر دیں - اپنی عداوتوں کو قربان کر دیں - اور ایک اللہ کے حکم میں نتھ جائیں - اسلام کی جڑ حکم ہے - اسلام کی بنیاد تعمیلِ حکم ہے - اگر اولاد کی پرورش کا حکم ہو تو ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو ناز سے پالے - اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اللہ کے ایک حکم کی تعمیل ہم پر ضروری ہے - اسلام صرف حکم کی تعمیل کا نام ہے - اللہ تعالےٰ نے اپنے دو نبیوں کو اسلام کا نمونہ بنا کر دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے - اسلام کا پہلا نمونہ حضرت ابراہیمؑ ہیں اور آخری نمونہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں -

اطاعتِ حکم کا نمونہ

حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہُوا کہ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے بیٹے اسمٰعیل کو لے جاؤ - اور کسی اُجاڑ جگہ میں بسا دو حکم ملتے ہی آپ دونوں کو لے جاتے ہیں اور کنکریوں کے ایک ایسے ڈھیر پر چھوڑ آتے ہیں - جہاں گھاس کی ایک پتی اور پانی کی ایک بوند تک بھی موجود نہ تھی -

عید کا یہ دن دنیا کے گوشے گوشے میں منایا جا رہا ہے - خداوند قدوس نے ہم پر واجب کر دیا ہے کہ ہم اس دن میں وہی سبق پڑھیں - جو حضرت اسمٰعیلؑ نے پڑھا تھا - وہی قربانی دیں جو حضرت ابراہیمؑ نے خواب کی تعبیر میں دی تھی - مسلمانوں کے لئے قربانی و ایثار خوفِ خدا کا ایک بہترین نمونہ ہے - جو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بعد میں آنے والی اُمتوں کے لئے پیش کیا اور یہ چیز ہمارے ایمان کا جزو بنا دی گئی کہ ہم اللہ کی راہ میں سب سے زیادہ قیمتی اور پیاری چیز قربان کر دیں -

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے خدا کی خوشنودی اور رضا کے لئے اپنے پیارے اکلوتے بیٹے کی جُدائی قبول کی - اپنی محبوب بیوی ہاجرہؑ کی فرقت گوارا کی - خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ہجرت فرمائی - دہکتی ہوئی آگ میں لودے - حق کی آواز بلند کرنے کے لئے سختیاں برداشت کیں حق کی تبلیغ کے لئے وطن چھوڑا اور دُنیا میں ایک لازوال مثال اپنے فرزند کی قربانی سے پیش کی جو رہتی دُنیا تک یادگار منائی جاتی رہے گی - جب تک اسلام زندہ ہے تب تک قرآن زندہ ہے - اور جب تک اس قرآن پر عمل کرنے والے زندہ ہیں یہ دن اسی طرح منایا جاتا رہے گا -

پیدائشِ خلیل

حضرت ابراہیمؑ آج سے چار پانچ ہزار سال قبل سلطنت بابل کے شہر کلدانیہ میں آذر کے گھر پیدا ہوئے - آپ کے باپ بُت فروش اور بُت گر تھے - سلطنت بابل کے بادشاہ بخت نصر کی نگاہ میں آذر کا رُتبہ بہت بلند تھا لوگ بدی کی طرف راغب تھے - ہر طرف جہالت کا دور دورہ تھا - بُت پرستی عام تھی - دُنیا پر تاریکی کے گہرے پردے چھائے ہوئے تھے - انسان انسان کے سامنے سر جھکاتا تھا اور بادشاہ اپنی سونے کی بنی ہوئی مورتی کو سجدہ کراتا تھا - اُس کے حکم سے سرتابی جُرم قابلِ گردن زدنی تھا - مورتی کو سجدہ نہ کرنے والا آگ کی بھٹی میں جلا دیا جاتا تھا - کسی کو یہ جُرات نہ ہوتی تھی کہ بُت پرستوں کے خلاف آواز اُٹھائے - خداوندِ قدّوس نے اس قوم کی ہدایت کے لئے حضرت ابراہیمؑ کو مبعوث کیا - آپ نے توحید کا عَلَم بلند کیا - اور لوگوں کو حق کی طرف پلٹ آنے کی دعوت دی - اس آواز سے سلطنتِ بابل کے محلّات لرز اُٹھے - حق کی گونجتی ہوئی آواز نے بابل کے مندر میں مایوسی پھیلا دی - حضرت خلیل اللہ نے بُتوں کو توڑ دیا - اور لوگوں کو اُس خالقِ حقیقی کی عبادت کا درس دیا - جس خالق نے دُنیا کو پیدا کیا - خلیل اللہ کی جانب سے توحید کی صدا بلند ہوتے ہی اُن پر سختیاں شروع ہوئیں -

بُت گر باپ نے بہت سمجھایا - لیکن وہ نہ مانے - لوگوں نے کئی بار قتل کرنے کی سازشیں بھی کیں لیکن ناکام ثابت ہوئیں - ابراہیمؑ قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں میں حق کی تبلیغ کے لئے جاتے اور لوگوں کو خدا کے سچّے دین کی دعوت دیتے - جب کچھ لوگوں نے حضرتِ خلیل کی دعوت کو قبول کر لیا - تو سلاطینِ بابل کو اپنے اقتدار کے محل گرتے ہوئے نظر آئے - اُنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا - مگر قدرت نے آگ ٹھنڈی کر دی - اور حضرت ابراہیمؑ زندہ بچ کر نکلے - اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے ہجرت کی ٹھانی - اور خدا کی رضا میں اپنے وطن کو چھوڑ کر کنعان بن حام کے علاقے میں چلے گئے -

حضرت ہاجرہ سے نکاح

حضرتِ خلیل پانی کی تلاش میں خوفناک پتھروں اور پہاڑوں سے گزرتے ہوئے سرزمینِ مصر میں تشریف لائے - اور یہاں آکر اُنہوں نے حق و صداقت کا درس دیا - بادشاہ چونکہ سلطنتِ بابل کا باشندہ تھا - اس لئے اُسے حضرت ابراہیمؑ سے

اُنس ہوگیا اور اُس نے اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ کا نکاح حضرت خلیل اللہ سے کردیا۔ حضرت خلیلؑ حضرت ہاجرہؑ کو ساتھ لے کر کنعان واپس چلے آئے۔ اور یہاں انہوں نے قیام فرمایا۔ اسی جگہ حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے اسمٰعیل ذبیح اللہ پیدا ہوئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ پہاڑیوں کے لامحدود سلسلہ میں پرورش پاتے رہے۔ اور معصوم اسمٰعیل کو اُن کی والدہ الگ کرنے کا ارادہ کرنے لگی۔ کیونکہ قدرت حضرت اسمٰعیل سے ایک بہت بڑا کام لینے والی تھی کئی دن کے بعد حضرت خلیلؑ حضرت اسمٰعیل کو پہاڑوں میں چھوڑ آنے پر راضی ہوگئے۔

وادیٔ غیر ذی زرع میں قیام

کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ کو لے کر مکہ معظمہ کی طرف چلے آئے۔ جو ایک ویران اور بے آب وگیاہ میدان تھا۔ دُور دُور تک گرم اور وسیع ریگستان، نہ کہیں درخت نہ پانی، نہ آبادی، ہر طرف خاموشی اور خوفناک سناٹا، کسی حیوان یا انسان کا نام و نشان نہ تھا، بے آب وگیاہ علاقہ، پہاڑ سرخ لوہے کی طرح گرم، پاؤں کے تلوے جلنے لگے۔ اس مقام پر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے معصوم لخت جگر اور اپنی زوجۂ محترمہ کو خدائے بزرگ و برتر کے سپرد کیا۔ اور رخصت ہوگئے۔ ایک باپ اپنے محبوب بیٹے کو اس لق و دق صحرا میں صرف خدا کی رضا کے لئے چھوڑ گیا۔ یہ قربانی اور ایثار کی زندہ جاوید مثال تھی۔ اور قدرت ابراہیمؑ کے نام کو تا قیامت زندہ رکھنے کے لئے یہ کام کر رہی تھی۔

کڑکتی ہوئی دھوپ، ہر طرف خوفناک خاموشی اور بھیانک سناٹا چھایا ہوا تھا

چشمۂ زمزم

ایک سال کا معصوم بچہ ایک چٹان پر پڑا شدت پیاس سے تلملا رہا تھا۔ حضرت ہاجرہؑ اپنے معصوم بچہ کی زندگی کو بچانے کے لئے پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھیں۔ اس لق ودق بیابان میں صرف دو انسان اپنی پامردی کا امتحان دے رہے تھے۔ ہاجرہ اور اسمٰعیل کا صبر ایک نمونہ تھا جو آنے والی دُنیا کے لئے حیات جاوید کا پیام ہے۔ حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں دائیں بائیں، مشرق و مغرب چاروں طرف دوڑیں بھاگیں مگر کہیں سے پانی نہ مل سکا صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی تڑپتی ہوئی ننھی سی جان کا تصوّر سامنے تھا۔ حرم ابراہیمؑ کے ہاتھ خالق حقیقی کی بارگاہ کی طرف اُٹھے۔ "اے خدائے لایزال! اگر ہم حق پر ہیں۔ اگر ہم اپنے امتحان میں کامیاب ہوچکی ہوں تو ہمیں دامنِ رحمت میں جگہ دے۔ معصوم اسمٰعیلؑ پیاس سے ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور اس کی ایڑیوں کے نیچے سے پانی کا چشمہ پھوٹ رہا تھا۔ اور خالق حقیقی نے چشمۂ زمزم حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کے طفیل عرب کے باشندوں کو عطا کیا تھا۔ آج تک وہ چشمۂ آب رحمت اسی طرح پھوٹ رہا ہے۔ جس طرح حضرت اسمٰعیلؑ کے وقت جاری تھا۔

مکہ معظمہ کا سنگِ بنیاد

حضرت ہاجرہ حضرت اسمٰعیل کی پرورش اُسی چشمہ پر اس پہاڑ کی وادی میں کرنے لگیں۔ جلتی ہوئی پہاڑیوں اور سنگین چٹانوں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ حضرت ابراہیمؑ اسی جگہ پر اپنے لخت جگر کو دوبارہ دیکھنے کے لئے آئے عرب خانہ بدوشوں کا ایک قافلہ نجد و حجاز سے گھومتا ہوا پانی کی تلاش میں مکہ کے اُن پہاڑوں کی طرف آیا۔ اس چشمہ کی شادابی دیکھ کر وہیں مقیم ہوگیا۔ اسی دن سے مکہ کی آبادی بڑھنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ ویران مقام ایک بستی کی صورت اختیار کر گیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں یہاں اسی مقدس عمارت کی بنیاد رکھی جسے بقول مولانا حالی مرحوم

ازل سے مشیت نے تھا جس کو تاکا
کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہُدیٰ کا

اور جسے قرآن کریم نے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلنَّاسِ فرمایا ہے۔

واقعہ قربانی

تیئیسویں پارہ سورہ صافات میں قربانی کا مفصل ذکر ہے۔

جب قوم کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کو مایوسی ہوئی اور باپ نے بھی سختی شروع کی تو حضرت ابراہیمؑ نے ہجرت کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو شام کا راستہ دکھلایا انہوں نے دُعا مانگی۔ کہ اے اللہ! کنبہ اور وطن چھوڑا۔ صالح اولاد عطا فرما۔ جو دینی کام میں میری مدد کرے۔ اور اس سلسلہ کو باقی رکھے۔ خدا نے ۸۵ سال کی عمر میں آپ کو حضرت اسمٰعیل عطا فرمایا اور وُہی لڑکا قربانی کے لئے پیش کیا گیا اسی لڑکے ہی نے کعبہ کی تعمیر میں باپ کا ہاتھ بٹایا تھا۔ جبکہ باپ معمار تھا اور بیٹا مزدور بنا۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو مسلسل تین رات یہی خواب آتا رہا کہ تو اپنے بیٹے اسمٰعیل کو میری راہ میں قربان کر۔ اُس وقت اسمٰعیلؑ کی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ تیسرے روز بیٹے کو اطلاع کی، بیٹے نے بلا توقف قبول کیا۔ کہنے لگا ابا جان! دیر کیا ہے مالک کا جو حکم ہے کر ڈالئے ایسے کام میں مشورہ کی ضرورت نہیں۔ امرالٰہی کی تعمیل میں شفقتِ پدری مانع نہیں ہونی چاہئے۔ رہا میں سو انشاء اللہ آپ دیکھ لینگے کہ کس صبر و تحمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی
(اقبال مرحوم)

(ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں ایسے باپ اور بیٹے پر)

حضرت ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کو ماتھے کے بل اس لئے پچھاڑا تاکہ بیٹے کا چہرہ سامنے نہ ہو۔ مبادا محبتِ پدری جوش مارنے لگے، کہتے ہیں یہ بات بیٹے نے باپ کو سکھائی۔ شاہد لم یزل کے اشارے پر باپ بیٹا پیکرِ تسلیم و رضا بنیں گے۔ باپ خلوص دل سے ذبح کرنے اور بیٹا شوق و نشاط سے قربان ہونے پر آمادہ ہوگیا۔ بیٹے کے گلوئے نازنین پر باپ نے خنجر رکھ دیا۔ ذبح عظیم کی صورت محسوس کی۔ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ میں مصوّر ازل نے تصویر کھینچکر رکھ دی۔ ندا آئی اے ابراہیمؑ! تو نے خواب کو حقیقت بنا دیا ہے۔ اس بلائے مبین میں ابراہیمؑ و اسمٰعیل علیہم السلام کے صبر و حلم، اور صدق و صفا کا امتحان مقصود تھا۔ خلیل اللہ اس ابتلاء میں کامیاب ہوئے اور ذبیح اللہ ایسے غلام حلیم و غلام علیم کی اطاعت گزاری و وفا کیشی بھی حقیقت بن کر ثابت و مبرہن ہوئی رضا جوئے حق کے لئے اسمٰعیل ہزار جان



از قلم عبد الرحیم جاوید الہ آبادی نظام آباد (پاکستان)

ہم رہِ منزل میں میر کارواں پیدا کریں
قدسیوں کے ہم صفیر و ہم عناں پیدا کریں

کچھ حدیثِ جاہدوا کے ترجماں پیدا کریں
ظلمتِ باطل میں بزم خاوراں پیدا کریں

اپنے اندر وصفِ بوبکرؓ و عمرؓ پیدا کریں
یعنی ایسے غمگسارِ بیکساں پیدا کریں

گلشنِ توحید جو سینچیں جگر کے خون سے
اُمتِ احمدؐ میں ایسے باغباں پیدا کریں

آتشِ نمرود بن سکتی ہے پھر جنت نشاں
آج ابراہیمؑ کا سوزِ نہاں پیدا کریں

اب بھی باطل کو شکستِ فاش دے سکتے ہیں ہم
جذبۂ حیدرؓ اگر اے نوجواں پیدا کریں

توڑ سکتے ہیں طلسمِ سومناتِ کفر کو
آج اگر محمود کا جذب عیاں پیدا کریں

ذرے ذرے کو بنا دیں ہمسر خورشید ہم!
قطرے قطرے سے بھی سیلِ بیکراں پیدا کریں

گونج اٹھے جس کی صدا سے محفلِ کون و مکاں
آ مجاہد پھر وہی سوزِ اذاں پیدا کریں

ساقیٔ کوثر پلا دے جامِ وحدت تا کہ ہم
تقویٰ و ایمان میں روحِ رواں پیدا کریں

برقِ سیف اللہ بن کر پھونک دے باطل کو جو
آ مسلماں! پھر وہ شمشیر و سناں پیدا کریں

ملتِ مردہ میں جانِ تازہ آسکتی ہے گر
ہم فدایانِ شۂ کون و مکاں پیدا کریں

اُمتِ خفتہ کو پھر بیدار کرنے کے لئے
تجھ سے اے جاوید کچھ جادو بیاں پیدا کریں

خانہ کعبہ کی تاریخ

(از خان عبدالاحد خان اف میسرز فیروز سنز لاہور)

جب حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ جنت سے نکالے گئے اور ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو ان کو دنیا میں اللہ کا پہلا گھر یعنی خانہ کعبہ بنانے کا حکم ہوا حضرت آدمؑ بحکم خدا اس مقام پر پہنچے۔ جہاں اب مکہ معظمہ ہے اور حضرت جبرئیلؑ کی ہدایت کے بموجب خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی۔ حجر اسود کو جو حضرت جبرئیلؑ بہشت سے لائے تھے، اس میں نصب کیا۔ خانۂ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے حضرت آدمؑ کو حج اور طواف کے طریقے سکھائے۔ اس کے بعد ایک پہاڑی پر لے گئے اور حج ادا کرایا۔ اس وقت حضرت حواؑ بھی حضرت آدمؑ کی تلاش میں پھرتی پھراتی وہاں آ گئیں۔ اور حج میں شریک ہوئیں۔ چونکہ اس پہاڑی پر حضرت آدم و حوا کی ملاقات ہوئی تھی اور ایک نے دوسرے کو پہچانا تھا۔ اس وجہ سے اس پہاڑی کا نام عرفات مشہور ہوا۔ عرفات سے چل کر حضرت آدم اور حوا اس رات مزدلفہ میں رہے (اسی طرح حجاج دن کو جبل عرفات میں ٹھہرنے کے بعد رات کو مزدلفہ میں قیام کرتے ہیں) اس کے بعد مقام منیٰ اور پھر مکہ معظمہ آئے اور خانہ کعبہ کا طواف بجا لائے۔ چنانچہ اسی کے مطابق آج تک حجاج کا اس پر عملدرآمد ہے۔ حضرت آدمؑ کا بنایا ہوا خانہ کعبہ حضرت نوحؑ کے زمانہ تک رہا۔ لیکن جب طوفان آیا تو وہ تعمیر قائم نہ رہی۔ صرف ایک ٹیلہ رہ گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کی بعثت

حضرت نوحؑ کی نویں پشت میں اور حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار برس پیشتر حضرت ابراہیمؑ اس دنیا میں تشریف لائے تاکہ بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لائیں۔ اور گمراہوں کو خدا کی وحدانیت کا درس دیں۔

اس زمانے میں سلطنت بابل (موجودہ عراق) انتہائی عروج پر تھی۔ یہاں کے بادشاہ نمرود نے اپنی مالی برتری اور فوجی طاقت کے گھمنڈ میں خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا اور اپنا سونے کا ایک بت بنوا کر سب سے بڑے بتکدہ میں رکھوا کر رعایا کو حکم دے رکھا تھا کہ اس کو پوجا کریں۔

ان گمراہوں اور بت پرستوں کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت

حضرت ابراہیمؑ نے توحید کی آواز بلند کی۔ بادشاہ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ حضرت ابراہیمؑ کا گھرانا بھی جن کی بادشاہ تک رسائی تھی۔ اس فرمان سے ناراض ہو گیا۔ قوم اور سلطنت کو مخالف اور دشمن دیکھ کر آپؑ نے وطن سے ہجرت کی۔ حضرت سارہؑ آپ کی بیوی آپ کے ساتھ تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ مصر پہنچے۔ تو اخیتون نامی بادشاہ مصر نے آپ کی بہت عزت و توقیر کی۔

حضرت ہاجرہؑ سے نکاح

جب آپ مصر سے لوٹے تو شاہ مصر نے اپنی بیٹی ہاجرہ کو بھی ان کے ساتھ کر دیا۔ تاکہ اسی نیک خاندان میں اس کی تربیت اور شادی ہو جائے۔ حضرت سارہؓ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ آپ ہاجرہ کو اپنی زوجیت میں لے لیں۔ شاید اسی سے کوئی اولاد ہو جائے۔ اس تجویز سے متاثر ہو کر اور اپنے مہمان نواز بادشاہ کی آرزو کو پورا کرنے کی غرض سے بھی حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہؑ سے نکاح کر لیا۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت

حضرت ابراہیمؑ علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے ہاں بڑھاپے تک کوئی اولاد نہ تھی۔ بالآخر آپ نے اولاد کے لئے دعا کی۔ جو بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی۔ اول حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور کافی عرصہ کے بعد حضرت سارہؑ کے بطن سے حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے جس پر حضرت ابراہیمؑ نے باری تعالیٰ کا ان الفاظ میں شکر ادا کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ط اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝ ترجمہ۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے بڑھاپے میں مجھے اسمٰعیل اور اسحاق عطا فرمائے بیشک اللہ دعا کا سننے والا ہے۔

حکم خداوندی کی تعمیل میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت بی بی ہاجرہؓ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو اس جگہ پہنچا آئے۔ جہاں اب بیت اللہ شریف واقع ہے اور کچھ پانی اور چھوہارے دیئے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی اور بچے کو وہاں چھوڑتے وقت یہ دعا فرمائی۔ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ لا رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! میں نے بسایا ہے اپنی اولاد (اسمٰعیلؑ) کو (مکہ کی) ایسی وادی میں جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی۔ تیرے محترم گھر (کعبہ) کے پاس تاکہ وہ لوگ نماز قائم کریں۔ پس اپنے فضل سے لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں سے روزی بخش کر وہ تیرے شکر گزار رہیں۔

صفا و مروہ

جس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑتے وقت پانی کا مشکیزہ اور کچھ چھوہارے دے گئے تھے۔ وہ تھوڑے ہی عرصے میں ختم ہو گئے اور حضرت اسمٰعیلؑ پر جن کی عمر اس وقت صرف دو تین سال کی تھی۔ پیاس غالب ہوئی تو وہ رو رو کر زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگے ان کی والدہ بی بی ہاجرہؓ پانی کی تلاش میں اپنی جگہ سے اٹھیں تو قدم اول کوہ صفا (خانۂ کعبہ کے قریب ہی واقع ہے) پر گئیں جب وہاں پانی نہ ملا تو کوہ مروہ کی طرف چلیں لیکن اس خیال سے کہ بچہ اکیلا ہے کوئی جانور نقصان نہ پہنچائے چلتی جاتی تھیں اور بچہ کی طرف مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی تھیں ان پہاڑیوں کے درمیان کچھ نشیب کی زمین بھی تھی وہاں سے بچہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس لئے نشیب کی زمین کو دوڑ کر طے کیا تاکہ بچہ کو پھر دیکھ سکیں۔ جب مروہ پر بھی پانی نہ ملا تو واپس صفا پر آئیں اس طرح پانی کی تلاش میں اس فاصلہ کو حضرت ہاجرہؓ نے سات دفعہ طے کیا اور ہر دفعہ نشیب کی زمین کو دوڑ کر تیزی سے طے کیا اور باقی فاصلہ کو معمولی چال سے۔ دونوں پہاڑیوں پر بارگاہ ایزدی میں پانی ملنے کے لئے دعا مانگی۔ اس واقعہ کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ہر ایک حاجی اس فاصلہ کو سات دفعہ طے کرتا ہے۔ نشیب کی زمین پر دوڑ کر

چلتا ہے اور دونوں پہاڑیوں پر دعا مانگتا ہے۔ آج کل وہ پہاڑیاں تو نہیں۔ البتہ ان کی حدیں قائم ہیں۔ حاجی صفا سے پہلے سبز مینار تک معمولی چال سے۔ اس کے بعد پہلے مینار سے دوسرے مینار تک دوڑ کر اور پھر دوسرے مینار سے مروہ تک معمولی چال سے چلتے ہیں۔ اسی طرح صفا سے مروہ تک جانے کا ایک شوط یا پھیرا ہے۔ واپسی پر مروہ سے صفا تک دوسرا پھیرا۔ ایسے سات پھیروں کو سعی کہتے ہیں۔

دُعا کی مقبولیت

بی بی ہاجرہ رضؓ کا صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان اِدھر سے اُدھر بے تابانہ عالم اضطراب میں دَوڑتے پھرنے اور بارگاہ قُدس میں گریہ و زاری کرنے کی ادا باری تعالیٰ کو بہت پسند آئی۔ چنانچہ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (۲/۳) کا انعام نازل ہوا جو آج تک تمام حجّاج کو مناسکِ حج کی ادائیگی کے سلسلے میں بصورت سعی ملتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و شفقت کا اس طرح مظاہرہ فرمایا کہ جہاں حضرت اسمٰعیلؑ پیاس کی شدت میں روتے ہوئے ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ وہاں سے پانی جاری ہوگیا۔ بی بی ہاجرہؓ نے آ کر دیکھا تو باغ باغ ہوگئیں اور فرمایا: زم زم۔ ٹھہر ٹھہر۔ چشمہ کے ارد گرد روک بنا کر اپنی ضرورت کے لئے پانی جمع کر لیا۔ یہی چشمہ اب تک جاری ہے جسے کنوئیں کی شکل میں محفوظ کر دیا گیا ہے اور چاہ زمزم کہلاتا ہے۔ پانی کی اتنی افراط ہے کہ لاکھوں حجّاج پیتے ہیں۔ بعض نہاتے بھی ہیں۔ (نہانا بکراہت جائز ہے) اہلِ مکّہ تو بارہ مہینے استعمال کرتے ہیں۔ اتنی کثرت سے استعمال پر بھی اس میں کبھی کمی نہیں آتی۔ پھر پانی بھی حد درجہ صحت بخش ہے۔

پانچ دن تک حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسمٰعیلؑ یہاں تنہا رہے۔ پانچویں دن بنی جرہم کا ایک قافلہ نواح یمن سے راستہ بھول کر اُدھر آن نکلا۔ دیکھا کہ چشمہ سے پانی نکل رہا ہے اور ایک عورت بچے کو لئے ہوئے اس پانی کے پاس بیٹھی ہے۔ قافلہ والے حضرت ہاجرہ رضؓ سے اجازت لے کر وہیں آباد ہوگئے۔ پھر بنی قنطورہ کے آدمی بھی وہاں آن بسے۔ اس طرح خانہ کعبہ کے پاس ایک چھوٹی سی بستی آباد ہو گئی ؏

حضرت اسمٰعیل کی قُربانی

ایک عرصہ کے بعد جب حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیل کے پاس آئے تو آپؑ کو خواب میں حکم ہوا کہ اے ابراہیمؑ قربانی کر۔ قرآن مجید میں حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کا ذکر ان الفاظ میں آتا ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ط قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ج إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝ (سورۃ والصّٰفّٰت) تفسیر" پھر جب حضرت ابراہیمؑ مع حضرت اسمٰعیلؑ اور بی بی ہاجرہؓ کے مکّہ میں تشریف لے آئے اور حضرت اسمٰعیل جوان ہوئے تو لیلۃ الترویہ یعنی ۸ ر ذوالحجہ کو آپؑ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کو بیٹا ذبح کرنے کا حکم ہوا ہے۔ تین دن تک یہی خواب دیکھا آخر دسؔ ذوالحجہ کو ذبح کا ارادہ کر کے حضرت اسمٰعیل سے اس کے متعلق مشورہ کیا کہ بیٹا! کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ خدا کی راہ میں تجھے ذبح کر دُوں۔ تو سوچ کر بتا کہ تیری کیا رائے ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے عرض کیا کہ ابا جان! آپ حکمِ الٰہی کی تعمیل کیجئے۔ مجھے انشاء اللہ آپ صابر پائیں گے"۔

اوّل جب حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں حضرت اسمٰعیل کی قربانی کا حکم ہوا تو آپؑ نے حکم کی تعمیل میں منٰی کے مقام پر ایک سو دُنبوں کی قربانی کی۔ دُوسری شب وہی خواب دیکھا۔ دوبارہ حکم کی تعمیل میں آپؑ نے سو اُونٹ قُربان کئے۔ تیسری شب جب خواب میں قربانی کا حکم ہوا تو آپ نے اس کا ذکر حضرت اسمٰعیلؑ سے کیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے جواب دیا: "اللہ کا جو حکم ہے اسے بجا لایئے۔ انشاء اللہ آپؑ مجھ کو صابر پائیں گے" چنانچہ حضرت ابراہیمؑ بیٹے کو لے کر منٰی پہنچے۔

یہاں شیطان نے انسانی شکل اختیار کر کے اُس مقام پر جہاں جَمْرَۃُ الْعُقْبٰی یا جَمْرَۃُ الْکُبْرٰی یا جَمْرَۃُ الْاُخْرٰی واقع ہے حضرت ابراہیمؑ کو بہکانے کی کوشش کی۔ آپ فوراً سمجھ گئے کہ یہ شیطان ہے۔ آپ نے جناب باری میں دُعا کی اور فرمانِ الٰہی کے بموجب سات کنکریاں شیطان کے ماریں اور وہ فرار ہوگیا۔ جب آگے بڑھے تو پھر شیطان انسانی شکل میں نمودار ہوا اور کہا کہ آپ کا خواب غلط اور وسوسہ شیطانی ہے۔ آپ نے اس مقام پر جہاں جمرۃ الوسطیٰ واقع ہے۔ اس کے پھر سات کنکریاں ماریں۔ وہ وہاں سے بھی بھاگا۔ حضرت ابراہیمؑ اور آگے بڑھے تو اس مقام پر جہاں جمرۃ الاولیٰ ہے شیطان کے پھر سات کنکریاں ماریں۔ اس واقعہ کی یاد میں اب تک منٰی کے پاس جمروں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ مقصود اس سے یہ ہے۔ کہ حج ادا کرنے کے بعد اس واقعہ کو یاد کر کے کوئی حاجی شیطان کے بہکانے میں نہ آئے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو زمین پر لٹایا۔ باپ اور بیٹا دونوں اپنی آنکھوں پر پٹیاں باندھے ہوئے تھے۔ بیٹے نے اس خیال سے کہ جانِ عزیز راہِ حق میں بے دریغ قربان کر سکے اور باپ نے اس خیال سے کہ کہیں شفقتِ پدری جوش میں آ کر پائے استقامت میں لغزش نہ پیدا کر دے۔ باپ بیٹے کے حلق پر چھری چلانے کو تیار بیٹھا تھا کہ فرشتہ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی بجائے وہاں ایک دُنبہ رکھ دیا۔ اور باری تعالیٰ نے پکارا "اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکوں کو ان کی نیکی کا اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں"۔

کعبۃُ اللہ

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۝ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (آل عمران)

تفسیر" منجملہ احکام ملتِ ابراہیم استقبال کعبہ ہے۔ اس کی نسبت فرمایا کہ بے شک سب سے پہلے عبادت خانہ جو اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے مقرر فرمایا۔ وہ کعبہ ہے جو مکّہ میں ہے۔ جسے بحکم الٰہی آدمؑ نے بنایا تھا اور پھر اسی کی بُنیادوں پر ابراہیمؑ کو تعمیر کرنے کا حکم ہوا۔ وہ باعثِ برکت و ہدایت ہے۔ اہلِ عالم کے لئے۔ اس میں برکت و ہدایت کی بہت سی نشانیاں ہیں جیسے مقام ابراہیمؑ (وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہو کر کعبہ کی دیواریں چُنتے تھے) اور جو کعبۃ اللہ میں داخل ہوگیا۔ امن میں آ گیا۔ اور تمام مسلمانوں کے لئے عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ اس کی زیارت کے لئے جانا فرض کر دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ اس کے آنے جانے اور بال بچوں کا خرچ اور راستہ پُر امن اور قرض سے

فراغت ہو اور جو باوجود استطاعت کے اس حکم کو نہ مانے تو اللہ کو ایسے لوگوں کی پروا نہیں ؟

کعبۃ اللہ کی دوبارہ تعمیر

شروع میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت آدمؑ نے مبعوث ہونے پر بحکم الٰہی خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ لیکن کتب تاریخ و سیر سے پتہ چلتا ہے اس کو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدمؑ کی پیدائش سے بھی پہلے بیت[1] المعمور میں تعمیر کیا تھا۔ حضرت آدمؑ کے وقت سے لے کر طوفانِ نوحؑ تک وقتاً فوقتاً حسب ضرورت اس کی مرمت ہوتی رہی۔ لیکن طوفانِ نوحؑ میں غرق ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کو دوبارہ تعمیر کا حکم ہوا۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ تیسری دفعہ حضرت اسمٰعیلؑ سے ملنے آئے۔ اس وقت حضرت اسمٰعیلؑ زمزم کے قریب تشریف رکھتے تھے اور تیر درست کر رہے تھے۔ اپنے والد کو دیکھ کر بے اختیار دوڑے اور دونوں مل کر اس قدر روئے کہ آوازیں بند ہو گئیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ سے فرمایا کہ مجھ کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم ہوا ہے۔ تم بھی میری مدد کرو۔ چنانچہ دونوں باپ بیٹا مل کر تعمیر میں مشغول ہوئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ پتھر لاتے، اور حضرت ابراہیمؑ پتھروں کو قرینے سے جماتے تھے۔ انہوں نے کعبہ شریف کا ایک دروازہ جانب مشرق اور دوسرا جانب مغرب رکھا تاکہ ایک دروازہ سے لوگ داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جائیں۔ ان دروازوں کی دہلیزیں زمین کے برابر تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے یکم ذیقعد کو خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی اور ۲۵ ذیقعد کو ختم کی ؟

حج کا حکم

جب حضرت ابراہیمؑ خانہ کعبہ کی تعمیر ثانی سے فارغ ہوئے تو آپ کو بارگاہِ ایزدی سے حکم ہوا۔ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۔ ترجمہ اور عام طور پر لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ اس بیت اللہ کے حج کرنے کو پیدل اور دُبلے اونٹوں پر سوار ہو کر دور دراز کی مسافت طے کر کے آئیں۔

[1] بیت المعمور ساتویں آسمان پر فرشتوں کی عبادت اور طواف کے لئے ایک مسجد ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا مَا یَبْلُغُ صَوْتِیْ (میری آواز نہیں پہنچے گی) فرمایا: عَلَیْکَ الْاَذَانُ وَ عَلَیْنَا الْبَلَاغُ ۔ تیرا کام پکارنا ہے اور پہنچا دینا ہمارا کام ہے ؟

مقام ابراہیمؑ

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر پکارا۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ قَدْ بَنٰی لَکُمْ بَیْتًا وَّ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَاَجِیْبُوْا رَبَّکُمْ " اے لوگو! تحقیق تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے گھر بنایا اور تم پر حج فرض کیا۔ پس خدا کے حکم کی تعمیل کرو۔" یہ پتھر آج تک موجود ہے اور مقام ابراہیم کہلاتا ہے ؟

تعمیر مکرّر

پہلی عمارت حضرت آدمؑ بنا چکے تھے۔ یہ دوسرا موقع تھا کہ اس مبارک زمین پر مبارک عمارت بنی۔ حضرت ابراہیمؑ علیہ السّلام کی بنائی ہوئی عمارت جب مرورِ ایّام سے ضائع ہو گئی تو تیسری بار بنی جرہم نے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی سسرال سے تعلق رکھتے تھے اس کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ چوتھی بار اسے عمالقہ نے جو مصر اور شام کا بادشاہ تھا بنایا۔ پانچویں مرتبہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بعثت سے کچھ عرصہ قبل کعبہ کا کچھ حصہ آگ سے جل جانے پر اہل مکہ نے اپنی طرز پر اس کی تعمیر کا انتظام کیا۔ اس موقع پر رفع نزاع کے لئے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تجویز پر حجر اسود کو ایک چادر میں رکھ کر تمام قبائل کے نمائندوں نے اٹھایا اور حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک سے دیوار میں رکھ دیا۔ قریش نے جو تعمیر کی۔ اس میں حطیم کو خانہ کعبہ کی عمارت سے باہر کر دیا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر میں یہ تمنا ظاہر فرمائی تھی کہ اگر وہ آئندہ سال زندہ رہے تو کعبۃ اللہ کو از سرِ نو حضرت ابراہیمؑ کی بنا پر تعمیر فرمائیں گے اور جو حصہ کفارِ قریش نے کعبہ سے باہر چھوڑ دیا ہے اس کو بھی خانہ کعبہ میں شامل کر لیا جائیگا۔ مگر بتقضائے الٰہی سال آئندہ حضورؐ وصال فرما گئے۔ بعد ازاں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جب وہ ۶۴ھ میں امیر المومنین منتخب ہوئے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق کعبہ کو قدیم ابراہیمی طرز پر تعمیر کرا دیا۔ لیکن جب حجاج بن یوسف نے لشکر کشی کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کر دیا تو اس نے ان کی بنائی ہوئی عمارت کو ناپسند کرتے ہوئے حطیم کی طرف کی دیوار کو شہید کر کے قریش ہی کی بنیاد پر عمارت قائم کر دی۔

جب گیارھویں صدی ہجری میں یہ عمارت بھی سیلاب سے خستہ ہو گئی تو سلطان مراد علیہ الرحمۃ نے ۱۰۴۰ھ میں خاص اہتمام سے اس کو از سرِ نو انہی قریش والی بنیادوں پر تعمیر کیا۔ جو آج تک اسی صورت میں موجود ہے ؟

تحویلِ کعبہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس بارے میں کوئی حکم الٰہی موجود نہ ہوتا۔ اس میں اہل کتاب سے موافقت فرماتے۔ نماز آغازِ نبوت ہی میں فرض ہو چکی تھی۔ مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اس لئے مکہ کی ۱۳ سالہ اقامت کے عرصہ میں بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رکھا مدینہ میں پہنچ کر بھی یہی عمل رہا۔ مگر ہجرت کے دوسرے سال کعبہ کو قبلہ بنانے کے متعلق حکم الٰہی نازل ہوا۔ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَ حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ ط وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ ط وَ مَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ۝ ترجمہ۔ بیشک ہم آپ کا (بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے ایّام میں کعبہ قبلہ مقرر کرنے کے وحی کا انتظار کرنا) دیکھ رہے ہیں۔ اور جو قبلہ (کعبہ) آپ کو پسند ہے، وہی مقرر کر دیں گے۔ سو اب نماز میں کعبہ کی طرف رُخ کر لیا کیجئے۔ اور سب مسلمان بھی جہاں کہیں ہوں، اسی کی طرف منہ کر لیا کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل کتاب یقیناً جانتے ہیں کہ تحویل قبلہ حضورؐ کے لئے حق ہے۔ اللہ کی طرف سے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ اللہ اس سے بے خبر نہیں ؟

یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دلی منشا کے مطابق تھا۔ آپ دل سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے جس کے بانی حضرت ابراہیمؑ تھے۔ چوکور مکعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے کعبہ اور صرف عبادت کے لئے بنائے جانے کی وجہ سے بیت اللہ اور عظمت و حرمت کی وجہ سے مسجد الحرام کہا جاتا ہے ؟

مسلمانوں کا طواف کعبہ کیلئے روانہ ہونا

سنہ ۶ھ میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک خواب مسلمانوں کو سُنایا اور فرمایا: "میں نے دیکھا" گویا میں اور مسلمان مکہ پہنچ گئے ہیں اور بیتُ اللہ کا طواف کر رہے ہیں"۔ مسلمانوں نے جو کعبہ کے طواف کے لئے بیقرار تھے۔ اسی سال رسولِ خداؐ کو سفر مکہ کے لئے آمادہ کر لیا۔ مدینہ سے چلتے وقت مسلمانوں نے کوئی سامانِ جنگ ساتھ نہ لیا۔ صرف قربانی کے اونٹ لئے اور سفر بھی ذیقعد کے مہینے میں کیا۔ اس مہینے میں عرب قدیم رواج کے مطابق ہرگز جنگ نہ کیا کرتے تھے اور دشمن کو بھی بلا روک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہوتی تھی۔ جب مکہ ۱۹ میل رہ گیا تو نبی کریمؐ نے مقام حدیبیہ سے قریش کو اپنے آنے کی اطلاع بھیجی اور آگے بڑھنے کی اجازت بھی چاہی۔

حضرت عثمان ذو النورینؓ سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ ان کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو شہید یا قید کر دیا ہے۔ اس پر رسولِ خداؐ نے اس بے سرو سامان جمعیت سے جان نثاری کی بیعت لی کہ اگر لڑنا پڑا تو ثابت قدم رہیں گے۔ بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا اس طرح ذکر ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۔ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۔ تفسیر۔ کچھ شک نہیں کہ جب مسلمان مقام حدیبیہ میں ببول کے درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت جہاد کر رہے تھے۔ اللہ ان سے بہت راضی ہوا اور ان کی حسن نیت اور خلوص وحبِ اسلام کو معلوم کر کے ان کے دلوں میں اللہ و رسول کے وعدوں پر اطمینان دلا دیا اور اس کے بعد فوراً ہی انہیں خیبر کے یہودیوں پر فتح دے دی۔

اس بیعت کا حال سن کر قریش ڈر گئے اور صلح پر آمادہ ہو گئے۔ معاہدہ صلح کی ایک شرط کی رُو سے مسلمانوں کو دوسرے سال ۷ھ میں مکہ پہنچ کر عمرہ کرنے کا حق دیا گیا تھا۔ اس لئے رسول اکرمؐ دوسرے سال (۷ھ) دو ہزار صحابہ کو لے کر پہنچے اور عمرہ کے لئے تین دن تک مکہ میں رہے اور پھر سارے صحابہؓ کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے گئے +

مسائل عید قربان

حامد میاں غفرلہ جامعہ مدنیہ لاہور

مسئلہ: جو شخص سفر میں نہ ہو۔ اور اس کے پاس اتنا مال ہو کہ ضروری اسباب اور قرض سے زائد اتنی قیمت کا اسباب ہو کہ جتنی قیمت پر زکوٰۃ آتی ہے تو اس پر قربانی واجب ہے۔

م: قربانی اپنے ماں باپ اور دوسرے اعزہ پیر اور حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں ثواب ہدیہ کرنے کے لئے کی جا سکتی ہے اور یہ بڑا ثواب ہے۔

م: دسویں تاریخ سے بارہویں کی شام تک قربانی کا وقت ہے اور سب سے افضل پہلا دن ہے

م: نماز عید سے پہلے قربانی درست نہیں۔ ہاں دیہات میں فجر کے بعد بھی کی جا سکتی ہے۔

م: بھیڑ۔ بکری۔ دُنبہ۔ گائے۔ بیل۔ بھینس۔ بھینسہ اونٹ کی قربانی درست ہے اور کسی جانور کی نہیں۔

م: گائے بھینس اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ لیکن تقسیم اس طرح کی جائے کہ سب کو برابر حصہ مل جائے۔ ورنہ قربانی زیادہ حصہ لینے والے کی درست ہوگی نہ کم لینے والے کی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک طرف کلّہ پائے یا کھال کر دی جائے اور دوسری طرف گوشت بڑھا دیا جائے

م: اگر کسی جانور میں سات سے زیادہ شریک ہو گئے تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

م: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنی واجب ہے اولاد کی طرف سے نہیں۔ چاہے بالغ ہو یا نابالغ۔ مالدار ہو یا غریب۔

م: بکری ایک سال کی۔ گائے بھینس دو سال کی۔ اونٹ پانچ سال کا ہونا چاہیئے۔ اس سے کم کی قربانی درست نہیں۔ دنبہ یا بھیڑ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر چھ مہینہ کی اتنی موٹی ہو کہ سال بھر والوں میں مل کر سال بھر کی لگتی ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔ ورنہ ایک سال کی ہونی چاہیئے۔

م: اندھے جانور کی۔ ایسے جانور کی جس کی آنکھ کی روشنی ایک تہائی یا اس سے زائد جاتی رہی ہو۔ یا ایک تہائی کان یا دم کٹ گئی ہو۔ تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔

م: جس جانور کا ایک پاؤں زمین پر نہ رکھا جاتا ہو۔ اس سے وُہ چل نہ سکتا ہو۔ اس کی قرُبانی درست نہیں۔ ہاں اگر پاؤں سے چل سکتا ہو اگرچہ لنگڑاتا ہو تو قربانی درست ہے۔

م: جس جانور کی ہڈیوں میں دُبلے پن کی وجہ سے گوُدا نہ رہا ہو۔ اس کی قرُبانی درست نہیں۔ اگر اس سے کم دبلا ہو تو درُست ہے۔

م: اگر جانور کے دانت کم گرے ہیں اور زیادہ باقی ہیں تو قربانی درست ہے۔ ورنہ نہیں۔

م: اگر کسی جانور کے کان پیدائش ہی سے نہ ہوں تو اس کی قربانی درست نہیں۔ ہاں اگر چھوٹے چھوٹے سے بھی ہوں تب قربانی درست ہے

م: جس جانور کے سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں۔ اس کی قربانی درست نہیں۔ اگر ذرا سے بھی باقی ہوں تو جائز ہے۔

م: خصّی اور خارش شدہ جانور کی قربانی درست ہے۔

م: قرُبانی کا گوشت (چاہے اپنے لئے کی ہو یا اپنے بزرگوں کو ایصال ثواب کی نیت سے کی ہو ہر حال میں) خود بھی کھائے۔ اپنے رشتہ داروں کو بھی دے اور خیرات بھی کر دے۔ بہتر یہ ہے کہ ایک تہائی گوشت خیرات کر دے۔

م: قربانی کی کھال کی قیمت مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کی جا سکتی۔ وہ کسی کو دے دینی چاہیئے۔ (اور فی زمانہ سب سے بہتر مصرف درسگاہیں ہیں)

م: قربانی کے لئے جتنا اچھا جانور لیا جائے۔ اتنا ہی ثواب ہے۔ باقی صفحہ ۲۲ پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عید مبارک کا تحفہ یا دوزخ کا ٹکٹ

شعائر اللہ کی بے توقیری عذابِ الٰہی کا پیش خیمہ ہے

خدا غارت کرے اس فرنگی تہذیب کو کہ جس نے مسلمانوں کی رگ رگ میں جذب ہو کر انہیں گمراہی اور ذلت کے بھیانک عذاب کے خطرناک موڑ پر لا کھڑا کیا ہے ـــــ بُرا ہو اُس عقل کا کہ ہر بُرائی کو اسلامی رنگ میں رنگنے پر تلی ہوئی ہے۔ افسوس ہے پاکستان کی "ناپاک صحافت" پر کہ صرف چند روپہلی سکوں کی خاطر خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا عَلَم سربلند کئے ہوئے ہے آپ اپنے قریب ترین بک سٹالوں اور نیوز ایجنسیوں کا جائزہ لیجئے۔ اور نام نہاد ترقی پسند اخبار یا رسالے اٹھا کر دیکھئے۔ حد درجہ مخرب اخلاق فلمی مضامین ایکٹر اور ایکٹرسوں کے تعارف۔ فحش و عریاں تصاویر و فلمی اشتہارات اور اسلام سوز آرٹ و گمراہ کن ادب کے تزئین و اشاعت کے غالب مواد کی وجہ سے مقبول و محبوب خلائق بنے ہوئے ہیں۔ اسلام کے باعظمت تہواروں پر کفر و نا انصافی کے انتہائی مظالم اب ناقابل برداشت صورت حال پیدا کر چکے ہیں۔ خصوصاً عیدین کے مبارک موقعوں پر سینما فلموں کی طوفانی تشہیر "عید مبارک کا بہترین اسلامی تحفہ" اور ملک کے "بڑے" لوگوں کی عیش و نشاط کی تفریحی رنگ رلیاں اور پھر ان بے حیائیوں اور بیہودگیوں کی سرگرم پبلسٹی ملت اسلامیہ کو نافرمانی اور بے دینی کی انتہائی خطرناک موجوں میں غرق کرنے پر آمادہ ہے۔ لہٰذا عید مبارک کی مسرتوں کے ساتھ ساتھ وعید الٰہیہ سے بھی خبردار کرنا ہر دردمند مسلمان کا اہم ترین مذہبی فریضہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تعزیر الٰہیہ کے خوف و فکر سے اصلاحی توفیق پیدا ہو کر نجات دارین کا موجب بنے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ جل شانہ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "بعض آدمی کھیل کی باتوں (سینما تھیٹر وغیرہ) کو خرید کرتے ہیں۔ تاکہ اس کی راہ سے بغیر سمجھے گمراہ کریں اور اُس پر تمسخر کرتے ہیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ جب اُس کو ہماری آیات سُنائی جائیں تو غرور اور تکبّر سے سُننا ہی نہیں چاہتا گویا کہ اس کے کان بہرے ہیں۔ سو اُس کو دردناک عذاب کی خبر دید یجئے۔"

سورہ لقمان آیات ۶ و ۷

ان آیات کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک کافر نضر بن حارث تھا لوگوں کا اسلام کی طرف مائل ہونا اُس کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ اس لئے جب وہ ایران کی طرف سوداگری کے لئے جاتا تو وہاں سے گانے والی عورتیں اور آلات موسیقی باجے وغیرہ خرید لاتا اور لوگوں کو شراب و ناچ گانوں کی محفل میں بُلا کر خُدا کی راہ سے گمراہ کرتا تھا۔

(ابن کثیر فتح الباری وخازن)

مقام غور ہے کہ اس قدر واضح اور روشن تعزیر کے باوجود ہمارے معاشرہ کو ہر قسم کی گمراہ کن تفریحات اور کھیل کود کی چاٹ لگا دی گئی ہے۔ طرح طرح کی کھیل کی باتوں میلوں اور نمائشوں سے ہمارا معاشرہ اس قدر متاثر ہو چکا ہے۔ کہ سینما بینی اور دیگر حیا سوز تفریحات کو لوازمات زندگی تصوّر کرنے لگا ہے۔ اور ان تمام منکرات و برائیوں سے پرہیز اور نفرت دلانے کی بجائے اسلامی رنگ دینے کی ناپاک کوششوں سے برسرپیکار ہے۔ ہمارے زر پرست فلمی صنعت کاروں اور تاجروں کے ساتھ ساتھ ننگ دین صحافی کھیل کی اسلام سوز اور گمراہ کن باتوں (سینما تھیٹر وغیرہ) کے اشتہارات کے لئے صفحوں کے صفحے وقف کر چکے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات ان بیہودہ مشاغل (جن کے وجود کو اسلام کے ہر مکتب فکر نے حرام قرار دیا ہے) کی رسم افتتاح تلاوتِ قرآن مجید سے ادا کی جاتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ارکان اسلام (نماز روزہ حج اور زکوٰۃ) اور مقامات مقدسہ بھی اس فتنۂ دل و نگاہ کی زد سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ فلم اذان۔ فلم عبادت۔ دربار حبیب اور نور اسلام (در اصل توہین اسلام) عید مبارک کے اسلامی تحفوں کے نام سے بھولے بھالے مسلمانوں کو بے دینی کا زہریلا انجکشن لگایا جا رہا ہے۔ بعض وزراء فلمی صنعت کی ترقیوں پر اپنے جامے میں پھولے نہیں سماتے اور پُرمسرت فخریہ بیانات دے رہے ہیں۔ ــ ۵

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناچنے گانے والوں کے وجود کو عذاب خداوندی کا سبب فرما رہے ہیں۔ ہاں تو سُنئے!

فرمانِ مصطفےٰ بزبانِ مرتضیٰ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت میری اُمت میں پندرہ بُرائیاں رواج پا جائیں گی اُن پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ لوگوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بُرائیاں کیا کیا ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب جنگ کی لُوٹ (مال غنیمت) ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔ (سرکاری خزانہ میں داخل کر لیا جائے) اور امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے۔ زکوٰۃ چٹّی سمجھ لی جائے۔ آدمی عورت کا مطیع فرمان بن جائے۔ جبکہ ماں پر ظلم کرنے لگے۔ اور دوست سے اچھا سلوک کرے۔ جبکہ باپ کو ستانے لگے۔ مسجدوں میں شور و غل برپا ہونے لگے۔ کمینے لوگ لیڈری ہتھیالیں۔ شریروں کی شرارت کے خوف سے عزت کی جائے۔ مرد ریشم پہننے لگیں۔ شراب کی پارٹیاں ہونے لگیں (موسیقی) راگ باجے عام ہو جائیں طوائفوں (گانے والی رنڈیوں) کی سرپرستی کی جانے لگے۔ اس اُمت کے آخری لوگ سلف صالحین پر زبان لعن طعن کھول لیں۔ (اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ علم غیر دین سیکھا جانے لگے) تو اُس وقت رحمت کی بجائے سُرخ آندھیاں (وبائی امراض) زلزلے (زمین میں دھنس جانے اور سیلاب وغیرہ کی تباہ کاریاں) نیز صورتیں مسخ ہو جانے کا انتظار کرنا (رواہ ترمذی)

(بقیہ عید کا تحفہ یا دوزخ کا ٹکٹ)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میری اُمّت میں (بعض) لوگ زمین میں غرق ہوں گے۔ اور اُن کی صورتیں بھی مسخ ہوں گی۔ یہ عذاب تب ہوں گے۔ جب گانے والی عورتیں اور آلاتِ لہو (موسیقی باجہ وغیرہ) پھیل جائیں گے ۔ ؎

خزاں کی دیکھ کر آمد کہا رو رو کے بلبل نے
چمن میں خانہ ویرانی کے ساماں ہوتے جاتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور میری تلخ نوائی ملحوظ رکھ کر ان بدنصیب ارکانِ حکومت اور تاجرانِ صنعت سینما کے لئے جو محض طلبِ زر کی نیت سے فلم سازی کی مہلک ترین وبا کی ترقیوں کے لئے نت نئے منصوبے اور مشینری برطانیہ اور امریکہ سے فراہم فرما رہے ہیں۔ پاکستان کے اسلام پسند عناصر پر فرض ہے کہ خدا و رسول ؐ کی رضا و رغبت کے لئے سینما وغیرہ فواحشات و منکرات سے خود بچیں اور دوسروں کو بچنے کی ترغیب دیں۔

ایک سہل ترین عملی ترکیب

خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔ لہٰذا ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ پانچ وقت کی باجماعت نماز ادا کر کے تمام بُرائیوں کی راہ میں ایک پختہ فصیل تیار کر لیں اور خداوند کریم کے بتائے ہوئے نسخے سے مکمل طور پر فائدہ حاصل کریں۔ (خاموش مبلغ ملتان)

(بقیہ سیرت ابراہیمی اور جذب اسمٰعیلی صفحہ ۱۲ سے آگے)

بھی راہِ خدا میں قربان کرنے سے دریغ نہ کرتا۔ ؎

عاشقاں را اگر در آتش مے پسند و لطفِ دوست
تنگ چشم گر نظر بر چشمۂ حیواں کنم

دعائے خلیل و نوید مسیحا، محبوبِ لولاک فریضۂ قربانی ادا کرتے رہے۔ بحکم خداوندی فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سُنّتِ ابراہیمی کی پیروی کی۔ ملّتِ اسلامیہ اسی سُنّت پر کاربند رہی۔

ذبیحہ کا لحم و پوست و خون بارگاہ احدیت میں نہیں پہنچتا۔ قربانی سے مقصود امتحان جذبۂ اطاعت کیشی، تقویٰ و احترام حقوق ہے ۔ ؎

ہمچو اسمٰعیلؑ پیشش سر بنہ
شاد و خنداں پیش تیغش جاں بدہ

اسمٰعیلؑ کی رسمِ قربانی یادگار کے طور پر ہمیشہ کے لئے قائم کر دی۔ آج تک دُنیا ابراہیم علیہ السلام کو بھلائی اور بڑائی سے یاد کرتی ہے۔ یہ قربانی ہر سال خدا کے راستہ میں جانِ عزیز پر آنے والی ہر مصیبت کو برداشت کرنے کی یاد تازہ کرتی ہے اور مقامِ تقوےٰ حاصل ہونے کا وعدہ دلاتی ہے۔ قربانی میں جو ایثار اور اعتماد علی اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک عجیب چیز ہے بشرطیکہ ایمان و اخلاص سے یہ کام کیا جائے۔

ماحصل یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ حصول رضائے الٰہی کے لئے ہر بدنی، مالی اور وطنی قربانی کے لئے ہر وقت آمادہ اور تیار رہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالےٰ ان چیزوں کا ساری عمر اس سے مطالبہ نہ کرے۔ لیکن مسلم کا فرض ہے کہ اپنی طرف سے کبھی لیت و لعل دل میں نہ لائے۔ عباداتِ مالیہ میں سب سے بڑی عبادت قربانی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملّت ابراہیمی ہی کی تجدید کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اسی اصول کی بناء پر قربانئ ابراہیمی کی ہر سال یادِ تازہ اُمّت محمدیہ سے کرائی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

بقیہ مسائل عید صفحہ ۱۲ سے آگے

نمازِ عید اور تکبیر

دونوں عیدوں کی نماز ایک ہی سی ہوتی ہے۔ بغیر اذان اور تکبیر کے پڑھی جاتی ہے۔ نیت اس طرح کرنی چاہیئے کہ "میں دو رکعت نماز عید چھ زائد تکبیروں سمیت پڑھ رہا ہوں"۔

نماز یاد رکھنے کا مختصر قاعدہ

یہ ہے کہ اوّل رکعت میں تکبیریں اوّل میں ہیں اور آخری رکعت میں آخر میں ہیں جس کی تفصیل اس طرح ہے۔ کہ نماز عید میں چھ تکبیریں ہوتی ہیں۔ تین پہلی رکعت میں اور تین آخری (یعنی دوسری) رکعت میں۔ پہلی رکعت میں تکبیریں بھی سورہ فاتحہ سے پہلے ہوں گی اور دوسری رکعت میں جو کہ آخری رکعت ہوگی۔ تکبیریں بھی سورہ فاتحہ و سورۃ کے آخر میں ہوں گی۔

جب نماز کے لیے گھر سے چلیں تو راستہ میں ذرا بلند آواز سے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پڑھتے جائیں۔ بہتر ہو کہ پیدل جائیں۔ اور راستہ بدل کر واپس آئیں۔ خالی پیٹ رہیں۔ نماز کے بعد کھائیں۔

عید الضحیٰ کے دنوں میں ہر فرض عین نماز کے بعد جو جماعت سے پڑھی گئی ہو۔ عورتوں، مسافروں اور دیہات کے رہنے والوں کے علاوہ باقی سب پر زور سے تکبیر کہنی واجب ہے۔ نماز عید کے بعد بھی کہہ لیں تو اچھا ہے۔ اگر مسافر منفرد یا عورتیں کہیں تو ان کے لئے بھی جائز ہے۔

یہ تکبیریں نویں ذالحجہ کی فجر سے تیرھویں ذی الحجہ کی عصر تک پڑھی جاتی ہیں ٭

حج بیت اللہ ایک نظر میں

از جناب ماسٹر لال دین صاحب اخگر

زمانہ کہنہ بتاں را ہزار بار آراست
من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است

تعمیر کعبہ کے بعد سیدنا خلیل اللہ نے پسینہ خشک ہونے سے پہلے درگاہ باری تعالےٰ میں چند دعائیں مانگیں۔ حضرت ذبیح اللہ آمین پکار رہے تھے اور یہ دعائیں رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ۔ الخ۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ مزد و اُجرت سمجھ کر مالک بیت العتیق اور خالق کون و مکان نے حرف بحرف قبول فرمائیں۔ پھر حکم ہوا۔ اس گھر کی جاروب کشی کی سعادت بھی آپ ہی کے ذمہ ہے۔ کیونکہ تمام اکناف عالم سے اولاد آدم گروہ در گروہ مجنونانہ انداز میں طواف و اعتکاف اور رکوع و سجود کے ارادے سے قیامت تک آتی رہے گی۔ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ اب حکم ہوا کہ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ تمام کائنات کی بستیوں میں حج کی آواز کو پہنچا دو) تو حضرت خلیل علیہ السلام نے عرض کیا مَا يَبْلُغُ صَوْتِيْ (الٰہی میری آواز تیرے بر اعظموں کی وسعت کو عبور کرنے سے قاصر ہے) جواب آیا کہ عَلَيْكَ الْاَذَانُ وَعَلَيْنَا الْبَلَاغُ (پکارنا آپ کا کام ہے اور پہنچا دینا ہمارا) لہذا حضرت خلیل نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر تمام اولاد آدم کو حج کے لئے پکارا۔ یہ پتھر مقام ابراہیم کہلاتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کے حق میں فرمایا ہے کہ فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ (مقام ابراہیم ہماری عظمتوں اور شوکتوں کے روشن نشانات کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے)

آج مسلم دنیا کی آبادی ۷۲ کروڑ سے بھی زیادہ ہے اور لوگ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کے لئے دنیا کے مختلف گوشوں سے صحراؤں اور سمندروں کو چیرتے ہوئے اپنے گھروں سے دور۔ اپنے عزیز و اقارب سے آخری ملاقات کر کے بغلوں میں کفن دبائے ہوئے عشق خدائے قدوس کی محبت کے دیوانے ریگستان عرب کی طرف چل پڑتے ہیں۔ دولت کو ساتھ لئے ہوئے اس لئے جا رہے ہیں کہ یہ دنیاوی سرمایہ شاہد حقیقی کی راہ میں لُٹ جائے اور ساتھ ہی اس کے حکم کی بجا آوری سے بھی عہدہ برآ ہو جائیں وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ ارشاد خداوندی ہے کہ زاد سفر تمہارے پاس ہونا چاہیئے۔ مگر یاد رہے تقویٰ کی پونجی کا ہونا لازمی امر ہے کہ پروردگار عالم کا مقصد ہے کہ میرا بندہ محض میری رضا کے لئے دل کو شرک و ریا۔ حسد و بغض نفسانی خواہشات اور باقی رذائل سے پاک کرے۔ اور ان کی بجائے خشیت الٰہی حُبّ رسول اور موت کی یاد کو دل میں جگہ دے اور نہایت عاجزانہ آنسو بہاتا ہوا فرط شوق سے عرب کی سرزمین کی طرف والہانہ انداز میں روانہ ہو جائے۔ جیب میں درہم و دینار ہوں تو دل میں نور ایمان کا آفتاب ضیا باریاں کر رہا ہو اور ادھر آنکھوں سے اضطراری طور پر رب العزت کے عشق میں اشکوں کا ایک طوفان امنڈ رہا ہو۔ رستے کی ہر منزل جذب و جنون میں اضافہ پیدا کر رہی ہو۔ حاجی ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور اپنے مقصود بالذات کی محبت میں اس قدر منہمک ہو جائے کہ ماسوائے اللہ کو کلیتہً فراموش کر دے

در رہِ حق ہرچہ پیش آید نکوست
مرحبا نامہربانیہائے دوست

(اقبال مرحوم)

اگر عاشق مجازی کچے گھڑے پر سوار ہو کر دریا عبور کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ کا عاشق اپنے مالک کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے لوہے کے جہاز میں بیٹھ کر اور اپنے ہمراہیوں کی معیت میں ذرا بھی گھبرائے۔

میقات پر احرام باندھنا دراصل مشاہدہ کی تیاری ہے

ارشاد نبوی کے مطابق عام ملکی لباس اُتار دیا جاتا ہے اور ہر عازم حج سیدنا خلیل اللہ کا لباس پہن لے اور پھر خدائے قدوس سے دعا کرے کہ الٰہی میں تیرے حکم سے اپنا لباس تو تبدیل کر رہا ہوں۔ مگر اپنے فضل و کرم سے تو میرے دل کو بدل دے مسلمانوں آزما کر دیکھ لو کہ اس لباس میں اور اس ہیئت سے حاضر ہونے والوں کو ساحل عرب اور سرزمین عرب کا ذرہ ذرہ خدائے دو جہان کی محبت کا پیغام دیتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ زہے قسمت زہے نصیب کہ ایک گنہگار بندہ کہ مکّلہ کی اس مبارک بستی کی طرف جا رہا ہے۔ کہ جس میں سید الاولین والآخرین نے اپنی زندگی کے ۵۳ سال گزارے۔ حلیمہ سعدیہؓ کے پدری طرز میں پرورش پائی۔ رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرائیں جوانی کے نورانی ایام بسر کئے۔ اور حفیظ جالندھری کی زبان سے۔ ع

جہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے تھے محمدؐ کے

خیر! حرم پاک کے اندر قدم رکھ کر جب پہلی نظر غلاف کعبہ پر پڑے تو فوراً اپنی زندگی کی نہایت پاکیزہ دُعا عاجزانہ طور پر خدائے قدوس کے حضور میں پیش کرے۔ اب آگے بڑھے اور نہایت دیوانگی سے اپنی محبت کا اظہار کرے۔ مگر یاد رہے کعبۃ اللہ کو اپنا معبود۔ مسجود۔ محبوب اور مطلوب نہ سمجھے۔ باقی سب طرح کے پاکیزہ جذبات کا اظہار جائز ہے۔ حضرت اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ واسطہ کو مقصود و مسجود سمجھنا کفر و شرک ہے باقی اور سب برتاؤ کی اجازت ہے۔

طواف! حرم پاک کے اندر گرد دیوانہ وار گھومے۔ دُعائیں کرے۔ بار بار تشنی نگاہوں سے خالق دو جہان کے گھر کی طرف دیکھے اور پھر پاس ادب سے گردن جھکا لے۔ دیواروں سے لپٹے۔ غلاف کو چومے حجر اسود کو بوسہ دے ملتزم پر کھڑا ہو کر آہ و فریاد سے خوب دل کی حسرت نکالے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور رونا شروع کر دیا بعد ازاں مُڑ کر دیکھا تو فاروق اعظمؓ رو رہے تھے۔ فرمایا۔ اے عمرؓ یہ رونے کی جگہ ہے اور پھر ہاتھ مل کر چہرہ اقدس پر پھیرے۔

حجر اسود وہ مبارک پتھر ہے۔ جس کا لقب یمین اللہ ہے۔ اس پر ہاتھ رکھ کر تقبیل کرنا گویا محبوب حقیقی سے مصافحہ کرنے کے

مترادف ہے۔ کیونکہ بیت اللہ شریف دنیا میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک ظاہری نشان ہے۔

حضرت تھانوی مرحوم و مغفور فرماتے ہیں کہ حج بیت اللہ در اصل مشاہدہ ہے۔ رمضان پاک کے روزے۔ نوافل اور باقی شب بیداریاں مجاہدہ ہیں۔ ہر مجاہدہ کے بعد مشاہدہ کی دعوت دی جاتی ہے۔ خیر طواف کے بعد دعائے ملتزم سے فارغ ہوکر مقام ابراہیم پر دو نفل پڑھے۔ آب زمزم پیئے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے لئے چلا جائے۔ صفا و مروہ پر چڑھ کر دعائیں مانگے۔ اور بڑی بیقراری سے حرم پاک کی طرف نگاہیں اُٹھاتا جائے۔

اب ذوالحج کی آٹھویں تاریخ کو باقی حجاج کرام کے ساتھ احرام باندھ کر منیٰ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اور اگلے دن نماز صبح کے بعد اس مبارک قطعہ ارض پر قدم رکھے۔ جس کو توبہ کا میدان کہا جاسکتا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ہر سال اُمت محمدیہ کے دیوانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے۔ اس میدان کی فضاؤں میں لبیک اللھم لبیک کی صدائیں قیامت تک گونجتی رہیں گی۔ اب جبل رحمت کے دامن میں قبلہ رو کھڑا ہو کر ربنا ظلمنا انفسنا الخ کی آہ و پکار کرے۔ اپنے گناہوں کو یاد کرے اور روئے۔ غروب آفتاب تک ابراہیمی بھیس میں سیدنا آدم علیہ السلام کی انابت و استغفار کے رنگ میں دعاؤں میں محو رہے۔ پھر مزدلفہ کو جائے۔ رات وہاں عبادت میں گزارے گویا ایک دیوانہ ہے جو عشق الہٰی میں دشت و جبل کی خاک چھانتا پھرتا ہے۔ اب صبح کو اٹھ کر دوبارہ منیٰ میں پہنچے۔ قربانی۔ حجامت اور رمی وغیرہ سے فارغ ہو کر طواف زیارت کے لئے حرم پاک میں حاضر ہو۔ اور پھر منیٰ میں رات رہ کر مکہ معظمہ واپس آ جائے۔

نوٹ

(مدینہ منورہ کی زیارت کا تذکرہ انشاء اللہ تعالیٰ کبھی آئندہ کیا جائے گا۔

۴۴۴۴ امرا مذکورہ بالا کتابوں کی ہدایات پر عمل کرکے فوراً اور غربا چند برسوں میں حج کے قابل ہو سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ عمل شرط ہے۔

(از تحفۃ الحج میرا غیر مطبوعہ مسودہ)

زادِ راہ

از صوفی محمد شفیع عز الدین میرپور خاص

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

(البقرہ۔ع ۲۵۔ پ ۲)

ترجمہ۔ اور زاد راہ لے لیا کرو۔ اور بہترین زادراہ پرہیزگاری ہے۔

(حضرت مولانا احمد علی صاحب)

بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ حکم ان حاجیوں کے بارے میں ہے جو بغیر سفر خرچ ساتھ لئے حج کے لئے چل پڑتے ہیں

بقول حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہ انسان کی عزت اسی میں ہے کہ وہ عمدہ سامان سفر اپنے ساتھ رکھے اور آپ اپنے ساتھیوں پر دل کھول کر خرچ کرنے کی شرط کر لیا کرتے تھے (ابن کثیرؒ)

الحاصل اپنا سفر خرچ ساتھ ہو تاکہ سوال کرکے نہ خود پریشان ہو۔ نہ دوسرے بھائیوں کو پریشان کرے۔

زاد راہ پاک اور حلال لے۔ در مختار میں حرام مال مثلاً رشوت وغیرہ کے مال سے حج کرنا حرام لکھا ہے۔ اس مبارک سفر میں عین حلال کمائی مصرف میں لائے۔ حرام ذرائع سے ہرگز مال حاصل نہ کرے۔

حدیث شریف ہے۔ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ بہت لوگ ایسے ہیں جنہوں نے حج کی نیت کی اور عرصہ تک اپنی حلال کمائی سے باقاعدہ تھوڑا بہت پس انداز کرتے رہے اور آخر اتنا سرمایہ جمع کر لیا کہ اس فریضہ کو ادا کر سکے۔

۱۵ر دسمبر ۱۹۴۷ء کے مرکزی اطلاعات سے چند سطور بطور مثال نقل کی جاتی ہیں:۔

"ان حج پر جانے والوں میں زیادہ تر ہندوستان کے دیہات کے غریب کسان، مزدور اور پیشہ ور لوگ ہیں۔ انہوں نے تھوڑی تھوڑی رقم بچا کر کئی سال میں اتنا روپیہ جمع کر لیا ہے کہ حج کو جاسکیں۔ ان میں بہت ایسے ہیں۔ جن کی پونجی یہی ہے۔ مالوہ (بنگال) سے آنے والے پچھتر (۷۵) برس کے ایک بوڑھے کسان سلیمان نے بتایا کہ وہ دس برس کی عمر سے کچھ نہ کچھ اسی دن کے لئے جمع کر رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کی خوشی کا کیا پوچھنا جو ۷۵ برس کے سن میں اپنے بچپن سے اس خواب کو پورا ہوتے دیکھ رہا ہو"۔

یہ بات بالکل واضح کر دیتی ہے۔ کہ پکا ارادہ اور نیت ہو تو اللہ تعالےٰ کامیابی کی راہیں کھول دیتا ہے۔

عزم بالجزم کا سبق ہمیں حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ان الفاظ سے ملتا ہے۔ جب وہ بحکم خداوندی حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے ہیں تو رفیق سفر کو فرمایا۔

لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا (الکہف ع ۹۔ پ ۱۵)

یعنی میں نہ ہٹوں گا۔ یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ تک نہ پہنچ جاؤں۔ یا سال بسال چلتا جاؤں

حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

اندک اندک بہم شود بسیار　　دانہ دانہ است غلہ در انبار

نیز فرمایا

اندک اندک خیلی گردد　　قطرہ قطرہ سیلی گردد

میں نے حاجی سلیمان کی مثال پر غور کیا۔ جن دنوں میں یہ خدا کا بندہ حج پر گیا تھا۔ ان ایام میں خرچ کا تخمینہ سات سو روپیہ تھا۔ یہ رقم اس نے دس برس کی عمر سے لے کر ۷۵ برس کی عمر تک جمع کی۔ اس ۶۵ برس کے طویل عرصہ میں اس نے اندازاً بارہ روپیہ فی سال کے حساب سے پس انداز کئے ہونگے جو ایک روپیہ ماہوار یا دو پیسے روزانہ ہوتا ہے۔ اس طریقے سے تھوڑا تھوڑا جمع کرنے سے بہت نیکبخت حضرات کامیاب ہو چکے ہیں آپ بھی ایک ایسی ہی اسکیم فوراً مرتب کرلیں انشاء اللہ تعالےٰ کامیابی ہوگی۔ ہاں ایک بات کا خیال رکھیں کہ غیر شرعی رسومات پر ایک کوڑی بھی صرف نہ ہو۔ دینی اور غیر شرعی رسومات کا بیان آپ کو اصلاح الرسوم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کی تصنیفات میں ملے گا۔ ان دونوں کتب کا ضرور مطالعہ کریں اور ان پر عمل کریں تاکہ اس نیک مقصد کے لئے ہر شخص کے لئے اس اسکیم پر عمل کرنا سہل ہو جائے ۴۴۴

باقی صفحہ ہذا کالم اوّل ملاحظہ ہو۔

سیدنا خلیل اللہؑ و ذبیح اللہؑ

از نظم لال دین صاحب اختر

اے جہانِ رنگ و بو، سوئے منیٰ جاتے ہیں کون؟ چلتے آؤ اے مری جاں کس کو فرماتے ہیں کون؟
اس بیاباں میں تبار رشکِ ملک یہ کون ہیں؟ ہاں خبر ہو گی تجھے۔ پیرِ فلک یہ کون ہیں؟
اس کہستانی فضا میں چار سو انوار ہیں اے منیٰ! یہ تیرے مہماں سیّد الاخیار ہیں
باپ ابراہیمؑ ہے یہ ننھا اسماعیلؑ ہے ان کی آمد میں خدا کے حکم کی تعمیل ہے
ہاں بنی آدم کو پھر خلعت عطا ہونے کو ہے آسماں سے بالاتر رفعت عطا ہونے کو ہے
باپ پائے گا یقیناً آج خُلّت کا مقام اور بیٹے کو عطا ہو گا شہادت کا مقام
ایک کا بازو اُٹھے گا حلم کی تعظیم سے ایک کی گردن جُھکے گی جذبۂ تسلیم سے
آسماں سے پوچھئے شمس و قمر سے پوچھئے اس جہانِ کہنہ کے دیوار و در سے پوچھئے
ہاں زمیں والو! کبھی دیکھا ہے۔ یہ منظر کہیں؟ یا بتائیں کچھ ہمیں افلاک کے بالا نشیں
باپ بیٹے کو لٹائے۔ واہ شہادت کے مزے "یوں عبادت ہو۔ تو زاہد ہیں عبادت کے مزے
عشق کی منزل ہمیشہ مصلحت سے دُور ہے مال و جاں قرباں کرنا عشق کا دستور ہے
عقل ڈرتی ہے ہمیشہ گردشِ ایّام سے عشق کی منزل پرے ہے چرخ نیلی فام سے

خاکیوں کو نوریوں پر ہاں فضیلت مل گئی
پورِؑ آذر کو زمانے کی امامت مل گئی



(۱)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی
اما بعد

ہر حکم الٰہی میں حکمت

دنیا میں ہر عقلمند کا یہ قاعدہ ہے کہ اپنے ذہن میں ہر کام کے نفع و نقصان کا موازنہ پہلے کرتا ہے جو چیز اس کے حق میں انفع ہو۔ یعنی جس کا نفع نقصان سے زیادہ ہو اُسے پسند کرتا ہے۔ جب یہ ایک ایسی ہستی کا معمول ہے۔ جس کی عقل محدود، فہم نارسا، انکشاف حالات مستقبلہ سے عاجز و بیکس ہے۔ جس کے سارے فیصلے محض ظن و تخمین پر ہیں تو کیا اس عالم الغیب والشہادۃ قادر مطلق فعال لما یرید کا یہ دستور العمل نہیں ہونا چاہیئے؟ وہ تو حکیم علی الاطلاق ہے۔ اس کا کوئی کام اور کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔

مراتب فہم

ہاں ایک امر کے تسلیم کرنے میں کسی کو چارہ نہیں۔ وہ یہ کہ عقل و فہم انسانی کے مراتب مختلف ہیں۔ ایک ہی چیز ایک شخص کے ہاں بدیہی ہے۔ تو دوسرے کے حق میں نظری۔ نظری ہونے کے بعد پھر ایک آدمی محض اپنی نظر و فکر سے اُسے حل کر لیتا ہے۔ تنبیہ و منبّہ کی اُسے ضرورت نہیں تو دوسرا اُسی نظری کو سوائے راہ نمائی کے حل نہیں کر سکتا۔ پھر راہ نما ملنے کے بعد ایک شخص ادنےٰ انتباہ سے متنبہ ہو جاتا ہے تو دوسرے کے لئے معلم بے حد دردسری کرتا ہے۔ تب اُسے کچھ سمجھ میں آتا ہے۔ پس فہم انسانی میں مراتب مختلفہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے حکمت و مصلحت کا سمجھنا ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ ایمان بالغیب پر اکتفا کیا گیا ہے قولہ تعالےٰ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ۔ ترجمہ "اُس کتاب (کے منزل من اللہ ہونے) میں شک نہیں۔ پرہیزگاروں کے لئے راہ نما ہے وہ لوگ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں" انتہیٰ

البتہ اللہ تعالےٰ اپنے مخلص بندوں کو نعمتِ حکمۃ سے بھی سرافراز فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ ترجمہ:۔ "اور جس شخص کو حکمت (دانشمندی) عطا کی گئی۔ بیشک اُسے بہت بھلائی دی گئی"۔ انتہیٰ

حکمِ قربانی

اصل سابق کے مطابق حکم قربانی بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بعض افراد اس حکمت کو نہ سمجھیں اور بے سوچے سمجھے تعمیل حکم کر دیں۔

قربانی کی ابتدا

قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی کا بیج جب سے سطح دنیا پر بویا گیا ہے۔ اسی وقت سے یہ مبارک رسم قائم ہوئی ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ ترجمہ۔ ان لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعہ سنا دے۔ ان دونوں نے قربانی کی پھر ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔

ابراہیمی قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے (حضرت اسماعیل) کو ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب الہام الٰہی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس خواب کو حکم الٰہی سمجھ کر بیٹے سے استصواب فرمایا۔ بیٹے نے عرض کی۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کیجیے۔ مجھے خدا تعالےٰ کے فضل سے آپ صابر پائیں گے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔ جب ذبح

کرنے کی غرض سے بیٹے کو لٹایا۔ اس وقت اللہ تعالےٰ سے آواز آئی۔ اے ابراہیم علیہ السلام تونے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا اور اللہ تعالےٰ نے بیٹے کے عوض ایک مینڈھا عطا فرمایا۔ جسے حضرت ابراہیمؑ نے ذبح کیا۔

ابراہیمی قربانی کے نتائج

۱۔ جب حصول رضا الٰہی کے لئے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انہیں بطریق اولیٰ کوئی دریغ نہ تھا۔

۲۔ جب جان اور اولاد قربان کرنے کے لئے تیار تھے تو مال قربان کرکے خدا تعالےٰ کو راضی کرنے میں انہیں کیا عذر ہوگا۔

۳۔ جب ان کے ہاں جان اولاد اور مال رضا الٰہی کے مقابلے میں کوئی چیز نہ تھا تو وہاں حب وطن محبت الٰہی کا مقابلہ کب کر سکتی تھی؟

۴۔ جب اللہ تعالےٰ کی رضاء حاصل کرنے میں جان اولاد کی پروا نہیں کرتے تو اعزہ و اقرباء کے تعلقات انہیں دروازہ الٰہی سے کب ہٹا سکتے ہیں؟

۵۔ جب ان کی جان اولاد اور اعزہ و اقرباء اس قرۃ یتیم (رضاء الٰہی) پر قربان ہو چکے ہیں تو حب لقیہ احباب دنیا انہیں کب یاد الٰہی سے غافل کر سکتی ہے۔

۶۔ جب رضا الٰہی انہیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے تو کوئی تجارت و زراعت یا صنعت و حرفت ان کا دل کب لبھا سکتی ہے؟

تجدید ملت ابراہیمی

سید المبلغین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام در اصل ملت ابراہیمی کے مجدد ہیں۔ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ

(سورۃ حج رکوع ۱۰ پارہ ۱۷)

ترجمہ:۔ اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو۔ جیسا کوشش کرنیکا حق ہے۔ اس نے تم کو اور اُمتوں سے ممتاز فرمایا) اور اس نے تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی اس ملت پر ہمیشہ قائم رہو اس اللہ نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے۔

ابراہیمی قربانی کی تازہ یاد

چونکہ شفیع المذنبین رحمۃ للعٰلمین بنیاد ابراہیمی پر قصر شریعت محمدی تعمیر کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے آپ نے بھی اپنی اُمت کو حصول رضا الٰہی کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی تاکہ امت محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر کلمہ گو کا نور ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو جائے۔

تنبیہ

مسلمانوں کا فرض ہے کہ قربانی کرتے وقت جذبات ابراہیمؑ کا خیال رکھیں۔ دل کے انہیں پاکیزہ جذبات کا نام تقوےٰ ہے جو اللہ تعالےٰ کے ہاں محبوب و مقبول ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ۔ ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے۔ اس کے ہاں اس تقویٰ کی قدر و قیمت ہے (جو قربانی کرنے والے کے دل میں حاصل ہوتا ہے۔)

بیک کرشمہ دو کار

بفضلہ تعالےٰ اُمت محمدیہ دعوےٰ سے کہہ سکتی ہے کہ شریعت محمدیہ کے ہر حکم میں دین و دنیا دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ادھر خدا تعالےٰ راضی ہو جاتا ہے۔ تو ادھر دُنیا سنور جاتی ہے۔ ادھر آخرت کی نجات کا سارٹیفکیٹ مل جاتا ہے تو ادھر دُنیا کی ذلتوں سے انسان رہائی پا جاتا ہے۔

فلسفۂ عید قربان

پیغام فتح اسلام

اگر مسلمان عید قربان کو جذبات ابراہیمی کی تازہ یاد قرار دیں اور ہر سال شمع رضاء الٰہی پر پروانہ وار قربان ہونے کے لئے دل و جان ظاہر و باطن سے تیار رہیں تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام عز اسمہٗ وجل مجدہٗ ان کی پشت پناہ ہوگا۔ پھر ایسے سرفروش فدائیان اسلام کی جماعت جس میدان میں قدم رکھے گی خدا تعالےٰ ان کی حمایت کے لئے زمین و آسمان کے لشکر بھیج دے گا۔ پھر یہ دُنیا میں چالیس کروڑ نہیں چالیس سو بھی ہوں گے تو ہر میدان میں فتح و نصرت کا سہرا انہیں کے سر ہوگا دنیا میں کوئی قوم ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکیگی جو قوم مقابلہ میں آئیگی منہ کی کھا کر جائیگی

رازِ فتح

اگر اصول مذہب سے قطع نظر کر لی جائے تو بھی عقلاء دُنیا کے ہاں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ وحدت میں قوت اور انتشار میں ضعف لازمی ہے۔ مثلاً کچے سوت کی تاریں علیحدہ علیحدہ ہوں تو دو برس کا بچہ ایک ایک کو لے کر ٹکڑے کر سکتا ہے۔ لیکن انہیں میں وحدت پیدا ہو جائے تو ایک طاقتور جوان بھی کپڑے کے ایک گز کو کھینچ کر دو ٹکڑے نہیں کر سکتا۔ یا مثلاً اینٹیں بکھری ہوئی ہیں تو ان میں کوئی طاقت نہیں اگر آپس میں مل کر کھڑی ہو جائیں تو مضبوط قلعہ بن جاتا ہے۔ بعینہٖ اسلام اپنے متبعین کو ایک رشتہ وحدت میں پرو دیتا ہے اور وہ رشتہ کلمہ طیبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ کا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان چینی ہوں یا رُوسی، پاکستانی ہوں یا ہندوستانی ہوں۔ جاپانی ہوں یا امریکی۔ افریقی ہوں یا ترکی مصری ہوں یا عربی

ان سب کا

۱۔ خدا ایک ہے۔ رحمٰن (عز اسمہٗ وجل مجدہٗ)
۲۔ رسول ایک ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
۳۔ مذہب ایک ہے۔ اسلام
۴۔ دستور العمل ایک ہے۔ قرآن
۵۔ مرکز (سنٹر) ایک ہے۔ بیت اللہ الحرام

الحاصل

حاصل یہ ہے کہ اسلام نے رنگ و روپ نسل و قوم۔ وطن و ملت کے تمام امتیازات مٹا دیئے ہیں۔ کالے اور گورے۔ یہودی۔ نصرانی اور مجوسی سب کو إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (مومن آپس میں سب بھائی ہیں) اور إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ ترجمہ۔ (اللہ تعالےٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز تم میں سے سب سے زیادہ (اللہ سے) ڈرنے والا ہے۔ کا سبق پڑھا دیا ہے) یہی وہ راز تھا۔ جس نے مٹھی بھر مسلمانوں کو دُنیا کا سرتاج بنایا۔ اعداء دشمنان اسلام کو گرویدہ اسلام کرکے دکھایا۔ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

کفار کی ناکامی کا سبب

اعداء اسلام میں اصولاً بجائے وحدت کے انتشار ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ ناکامی و نامرادی ہونا چاہیئے۔ ان کے ہاں برہمن اور شودر کبھی مذہباً مل ہی نہیں سکتے۔ عیسائیوں میں اینگلو انڈین اور یوروپین کا مرتبہ ایک نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کے ہندو آزادی کی صدا کرتے وقت مادر وطن کو نصب العین بناتے ہیں۔ تو جرمنی فقط جرمن کی آزادی کا خواہاں

نظر آتا ہے اور انگریز انگلینڈ کا دلدادہ دکھائی دیتا ہے۔ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَالِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝ سورہ حشر پارہ ۲۸

ترجمہ:۔ تو ان کافروں کو آپس میں متحد خیال کرتا ہے۔ حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان میں اختلاف اس لئے ہے کہ یہ بیوقوف ہیں۔ انتہیٰ

اظہارِ افسوس

ہائے افسوس۔ صد افسوس۔ آج دنیا میں اُلٹا قصہ نظر آ رہا ہے۔ جن کی گھٹی میں وحدت تھی وہ انتشار میں سرشار ہیں۔ اور جن کی ناکامی و نامرادی کا اعلان لوح محفوظ سے آچکا تھا۔ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ۝ (سورہ انفال پارہ ۹ رکوع ۲)

ترجمہ:۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کا کمزور کرنا تھا" وہ آج سربرآرائے وحدت نظر آتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے

کہ نام سے کام نہیں چلتا۔ سیدالمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَىٰ صُوَرِكُمْ وَلَا إِلَىٰ أَلْوَانِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَىٰ

ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور رنگوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے۔ انتہیٰ

جب عموماً مسلمانوں نے رشتہ وحدت کو عملاً چھوڑا۔ اشاعت توحید اور اتباع سنت سے منہ موڑا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ہاتھ ان کے سروں سے اٹھا لیا۔ عزت و رفعت برباد گئی ذلت و نکبت چھا گئی۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ (سورہ آل عمران۔ رکوع ۱۲ پارہ ۴)

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ لیکن وہ خود ہی اپنے آپ کو ضرر پہنچا رہے ہیں۔

فدایان اسلام کیلئے

مواعید الٰہی کا مشتے نمونہ از خروار

(۱) إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (سورہ محمد پارہ ۲۶)

ترجمہ:۔ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے۔ تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدم جما دے گا۔

(۲) وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط سورہ عنکبوت رکوع ۷ پارہ ۲۱

ترجمہ:۔ اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنے (قرب و ثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھا دیں گے

(۳) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ روم رکوع ۵ پارہ ۲۱)

ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر ان کی اُمتوں کے پاس بھیجے اور وہ اُن کے پاس دلائل لے کر آئے۔ سو ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو مرتکب جرائم ہوئے تھے اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا

(۴) وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا۔ الآیہ (سورہ نور رکوع ۷ پارہ ۱۸)

ترجمہ:۔ اے مجموعہ اُمت تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا۔ اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بہ امن کر دے گا۔ بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں۔ اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں۔

(۵) وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط (سورہ منافقون رکوع ۱ پارہ ۲۸)

ترجمہ:۔ اور اللہ ہی کی ہے عزت (بالذات) اور اس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ والرسول کے) اور لیکن منافقین نہیں جانتے۔

(۶) وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (سورہ آل عمران رکوع ۱۴ پارہ ۴)

ترجمہ:۔ اور (آخر کو) غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔

(۷) ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ (سورہ محمد رکوع ۱ پارہ ۲۶)

ترجمہ:۔ یہ اس سبب سے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے۔ اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں

(۸) وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝ (سورہ مائدہ رکوع ۸ پارہ ۶)

ترجمہ:۔ اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھیگا اور اُس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔

آخری عرضداشت

اگر آج بھی مسلمان بھولے ہوئے سبق وحدت کو پھر یاد کر لیں۔ حصول رضا الٰہی کی خاطر ہر قربانی کے لئے آمادہ ہو جائیں تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام ان کی پشت پناہی کے لئے ہر میدان میں اُترنے پر تیار ہے۔ ان کی ذلت کو عزت پستی کو سرفرازی سے بدلنے کے لئے حاضر ہے۔ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ط وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ط (سورہ نساء رکوع ۲۱ پارہ ۵)

ترجمہ:۔ اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو مان جاؤ تو اُسے تمہارے عذاب دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ قدردان جاننے والا ہے۔ انتہیٰ

اللھم وفقنا لما تحب وترضی واجعل اٰخرتنا خیرا من الاولیٰ اٰمین یا الٰہ العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ اٰلہ اجمعین ۝

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں



آج سے چار ہزار برس پہلے مُلک شام کے عظیم الشان نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالےٰ نے اتنا عجیب اور اتنا زبردست امتحان لیا کہ ایسا کسی نبی کا نہیں لیا۔ اس کی تفصیل فسانہ سے زیادہ دلچسپ ہے اور اس کی کیفیت ڈرامے سے زیادہ دلکش

جب ہزاروں تمناؤں آرزوؤں اور دعاؤں کے بعد چھیاسی سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک چاند سا بیٹا بخشا تو ماں باپ کی خوشی و مسرت کا ٹھکانہ نہ رہا۔ بالکل مایوسی اور انتہائی بڑھاپے کی حالت میں اولاد ہوئی تھی۔ جتنی بھی خوشی مناتے تھوڑی تھی اور جتنا بھی بچے کا لاڈ پیار اور چاؤ کرتے کم تھا۔ باپ نے اسمٰعیل نام رکھا۔ جس کے معنی ہیں خدا نے ہماری دُعا سُن لی۔ نہایت ناز و نعمت اور انتہائی محبت و شفقت کے ساتھ مولود مسعود کی پرورش شروع ہوئی۔ باپ نہایت خوش۔ ماں نہایت مسرور تھی۔ کہ خدائے پاک نے محض اپنے فضل و کرم سے اس بڑھاپے اور اس مایوسی میں اولاد مرحمت فرمائی۔

ابھی اسمٰعیل دودھ پیتے بچے ہی تھے کہ خدائی امتحان کا وقت آ پہنچا۔ حکم ہوا ابراہیمؑ میدانوں ٹیلوں اور صحراؤں کو عبور کرتے ہوئے جاؤ اور اس شیر خوار بچے اور اس کی ماں کو خشک پہاڑوں کے درمیان فلاں چٹیل اور ویران میدان میں اکیلا چھوڑ آؤ۔

ذرا چشم تصور سے دیکھو۔ یہ کیسا عجیب و غریب اور عبرتناک حکم تھا۔ جو ابراہیمؑ کو دیا گیا اتنی آرزوؤں اور دُعاؤں کے بعد بڑھاپے میں خدا خدا کرکے تو لڑکا ہوا۔ جس سے آگے نسل چلنے کی توقع ہوئی جو سارے خاندان کی آنکھ کا تارا اور ماں باپ کے دل کا سرور ہے۔ جس کے ساتھ ہزاروں اُمیدیں وابستہ ہیں۔ مگر اُسی کے متعلق کہا جا رہا ہے۔ کہ اسے وحشتناک جنگل میں بھیڑیوں اور درندوں کا شکار [illegible] کے لئے چھوڑ آؤ۔ صاحب اولاد [illegible] اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ اگر ان کے بچے کے متعلق خدا تعالیٰ انھیں ایسا حکم دے تو کیا وہ تعمیل ارشاد کے لیے تیار ہوں گے؟ جواب ۹۹ فیصد نفی میں ہوگا۔

ھجرت

لیکن ابراہیم خدا کا سچا عاشق تھا۔ اس نے ایک لمحہ تامّل یا تذبذب کے بغیر فوراً بیوی کو حکم دیا کہ بچے کو گود میں اٹھاؤ اور میرے پیچھے چلو۔ خود ایک مشک پانی کی اور ایک پوٹلی کھجوروں کی ساتھ لے لی۔

بیوی نہایت اطاعت شعار فرمانبردار اور نیک سیرت تھی۔ بلا کچھ عذر کئے اور بغیر کچھ پوچھے ساتھ ہوئی۔ جانتے ہو یہ کون تھی؟ شہنشاہ مصر کی بیٹی ہاجرہ۔ جس نے شاہی محلات میں نہایت ناز و نعمت کے ساتھ پرورش پائی تھی۔ اور جسے زمانہ دوشیزگی میں کبھی پیدل دس قدم بھی چلنے کا موقع نہ آیا تھا۔

گھر سے نکل کر جنگلوں اور وادیوں کو عبور کرتے ہوئے یہ دونوں دُنیا جہان سے نرالے مسافر ایک شیر خوار معصوم کو سینے سے چمٹائے اس لق و دق اور ویران پتھریلے میدان میں پہنچے۔ جہاں آج مکّہ کا مقدس شہر آباد ہے۔

یہاں پہنچ کر حضرت ابراہیم نے نہایت ہی غمگین آواز سے کہا۔ "ہاجرہ! بس یہیں ٹھہر جاؤ۔ اب تمہیں اسمٰعیل کے ساتھ یہیں رہنا ہوگا۔ ناز و نعمت سے پلی ہوئی مصری شہزادی کا نازک دل اس ہولناک جنگل کو دیکھ کر دھک سے ہو گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ اس کا محبت کرنے والا شوہر دفعتاً اتنا بیرحم بن جائے گا۔ کہ اپنی بیوی اور چار دن کے معصوم بچے کو اس لق و دق میدان میں چھوڑ دے گا۔ اس نے سوچا کہ اگر مجھے اور اس ننھی جان کو مارنا ہی تھا تو گھر ہی پر گلا گھونٹ دیتے۔ یہاں سینکڑوں کوس دور لا کر جنگل بیابان میں ہم دونوں کو وحشی درندوں کی خوراک بنانے سے انہیں کیا حاصل ہوا؟ مگر ابراہیم کے دل پر اس وقت جو گذر رہی تھی وہی جانتے تھے زبردست سے زبردست انشا پرداز کا قلم اس کے بیان سے عاجز ہے۔

ابراہیم نے پانی کی مشک اور کھجوروں کی پوٹلی زمین پر رکھ دی۔ اور رقّت بھرے دل کے ساتھ معصوم فرزند کو پیار کیا۔ بیوی کی طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور خاموشی کے ساتھ واپس ہو گئے۔

اب ابراہیم نے دوبارہ گردن پھیری۔ مگر اس دفعہ بھی وہ مارے رقّت کے کچھ بول نہ سکے۔ صرف گردن سے ہاں کا اشارہ کیا۔

یہ دیکھ کر ہاجرہ نے کہا اگر یہ بات ہے تو بیشک جاؤ۔ میرا رحیم و کریم خدا مجھے اور میرے معصوم بچے کو ضائع نہیں کرے گا۔

نہ کوئی درخت کہیں نظر آتا تھا۔ جس کے سائے تلے محبت کی ماری ماں اپنے پیارے بچے کو لٹا دے۔ نہ کہیں کوئی جھونپڑا یا ٹوٹا پھوٹا مکان دکھائی دیتا تھا۔ جہاں چلچلاتی دھوپ سے بچنے کے لئے سر چھپاتے۔ گرم ہوائیں چاروں طرف چل رہی تھیں اور پتھریلی زمین آگ پر رکھے ہوئے توے کی مانند تپ رہی تھی۔ ماں کے پاس اتنا کپڑا بھی نہ تھا جو زمین پر بچھا کر اس پر بچے کو لٹا دیتی۔ ذرا خیال تو کرو۔ وہ وقت ہاجرہ کے لئے کتنا صعب اور سخت تھا۔ رات ہوئی تو اُسی فرشِ خاک پر اپنے لخت جگر کو لے کر پڑی رہتی۔ بستر کہاں تھا؟

جب تک پانی اور کھجوریں رہیں۔ ماں بچے کو کھجوریں کھلاتی اور پانی پلاتی رہی لیکن کھلے آسمان کے نیچے آفتاب کی تپش اور عرب کی تیز و تند گرم ہواؤں کا غریب ماں کے پاس کوئی مداوا نہ تھا۔ حیران تھی کہ اس سخت دھوپ اور اس تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر رہتے ہوئے میرا پیارا بچہ کب تک زندہ رہے گا۔

آخر ایک دن آیا کہ پانی ختم ہو گیا۔ اور معصوم بچہ پیاس سے بے تاب ہو گیا اوپر سورج کی گرمی اور نیچے آگ کی مانند تپتی ہوئی ریت نے اس کی پیاس کو ہزار گنا بڑھا دیا تھا۔

جب ماں نے بچے کی یہ حالت دیکھی تو اس نے اپنے لخت جگر کو زمین پر لٹا دیا اور خود پانی کی تلاش میں قریب کی پہاڑی پر چڑھ گئی۔ دور دور تک نظر دوڑائی مگر کوئی چشمہ یا تالاب نظر نہ آیا۔

اس پہاڑی سے اُتر کر سامنے کی دوسری پہاڑی پر چڑھی۔ اور بڑی مایوسی کے ساتھ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ مگر پانی کہیں ہوتا تو دکھائی دیتا۔

پہاڑی پر چڑھتے چڑھتے ماں کو خیال آیا کہ بچہ پیاس کے مارے بڑا بیتاب تھا اب غالباً ختم ہو گیا ہوگا۔

یہ خیال آتے ہی ہاجرہ نہایت پریشان ہو گئیں اور بدحواس دوڑی دوڑی بچے کے پاس آئیں اور یہ دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا کہ بچہ اب تک زندہ تھا اور پیاس کے مارے تڑپ رہا تھا۔

بچہ کی بیتابی ماں سے دیکھی نہ گئی وہ پھر بھاگی بھاگی ایک پہاڑی پر چڑھ گئی کہ شاید اب کی مرتبہ کہیں پانی نظر آجائے مگر کسے یاوری ہوئی۔ پھر میدان کو عبور کرکے سامنے کی دوسری پہاڑی پر چڑھی۔ مگر پانی کا سراغ کہیں نہ ملا۔ پھر دوڑ کر آئی اور بچے کو دیکھا۔

ایک دو نہیں پورے سات چکر ماں نے بچے کی خاطر پانی کی تلاش میں ان پہاڑیوں کے کاٹے۔ مگر پانی کہیں بھی نہ ملا۔

اب ہاجرہ بالکل مایوس اور نہایت ہی ناامید ہو کر اس یقین کے ساتھ واپس لوٹی کہ اس طویل عرصہ میں بچے کا کام تمام ہو چکا ہوگا اُس کے قدم بچے کی طرف نہیں اُٹھتے تھے اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ بچے کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ مگر وہ آئی اور بچے کے قریب پہنچنے کے بعد یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ جہاں بچہ پیاس کی شدت میں ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ وہاں زمین گیلی ہے اور چند قطرے پانی کے اس گیلی زمین پر چمک رہے ہیں۔

قدرت کا یہ عجیب و غریب معجزہ دیکھ کر ہاجرہ جلدی سے آگے بڑھیں بچے کو اُٹھا کر چھاتی سے لگایا اور ایک ہاتھ سے زمین کھودنا شروع کیا زمین کو ہاتھ لگانا تھا کہ پانی اس میں سے نکلنا شروع ہوا۔ یہ دیکھ کر ہاجرہ نے چلوؤں میں بھر بھر کر پیاسے بچے کو خوشی خوشی پانی پلایا اور خود بھی پیا۔ مگر پانی زمین سے برابر نکل رہا تھا۔

حضرت ہاجرہ نے حضرت اسمٰعیل کو ذرا فاصلے پر لٹا دیا۔ اور خود بڑے بڑے پتھر اور کنکر روڑے اُٹھا کر لائیں اور پانی کے گرد ایک باڑھ باندھ دی۔ پانی جلدی ہی اس میں بھر گیا اور اب وہ اچھا خاصہ ایک تالاب تھا۔

مکہ کی بنا

کچھ دن بعد جرہم نامی ایک قبیلہ کا ادھر سے گزر ہوا ان لوگوں نے جو جنگل بیابان میں پانی کا ایک شفاف چشمہ دیکھا جو عرب میں ایک بہت بڑی نعمت تھا اور ایک عورت اور ایک بچے کو اس کے کنارے بیٹھے پایا تو سردار قبیلہ آگے بڑھا اور اس نے کہا محترم خاتون! ہم حیران ہیں کہ آپ اس لق و دق جنگل میں تنہا کس طرح بیٹھی ہوئی ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی یہاں بس جائیں۔ ہمیں آپ کی مہربانی سے پانی مل جائے گا۔ اور آپ کی تنہائی ہماری وجہ سے دُور ہو جائے گی۔

حضرت ہاجرہ نے کہا میں فرعون مصر کی بیٹی اور حضرت ابراہیم نبی اللہ کی بیوی ہوں۔ یہ میرا بچہ اسمٰعیل ہے۔ خدا نے محض میرے اور میرے بچے کے لئے اس جنگل میں یہ چشمہ پیدا کیا ہے۔ تم لوگ اس شرط کے ساتھ یہاں آباد ہو سکتے ہو کہ چشمے کی واحد مالک میں ہوں گی اور بڑا ہو کر میرا بچہ قبیلہ کا سردار ہو گا۔

نہایت خوشی کے ساتھ قبیلہ والوں نے حضرت ہاجرہ کی ساری شرطیں مان لیں اور بڑے اطمینان کے ساتھ یہاں آباد ہو گئے۔ یہی مختصر آبادی آج مکہ معظمہ کی شکل میں موجود ہے جو تمام مسلمانان عالم کا قبلہ ہے اور اس کی ہر طرف دنیا کا ہر مسلمان مُنہ کرکے پانچوں وقت نماز پڑھتا ہے۔ خدا کے کام بہت ہی عجیب ہیں اور عقل و فہم سے بالا۔

وہ مقدس چشمہ آج بھی موجود اور چاہ زمزم کے نام سے موسوم ہے۔ وہ دونوں پہاڑیاں آج صفا اور مروہ کے ناموں سے پکاری جاتی ہیں جن کا درمیانی فاصلہ ۷۶ گز ہے وہ شعائراللہ میں داخل ہیں اور حضرت ہاجرہ کی یادگار میں آج بھی حج کے موقعہ پر خدا کے حکم کے بموجب حاجی لوگ اُن کے چکر لگاتے ہیں۔

یہ تو ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا امتحان جس میں وہ ۱۰۰ فیصدی پاس ہوئے دوسرا امتحان اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کا اس وقت لیا۔ جب حضرت اسمٰعیل ہو گئے۔ اب حکم ہوا کہ جاؤ اور اپنے بیٹے کو ہماری راہ میں قربان کر دو۔

دوسرا امتحان

کوئی دوسرا ہوتا تو اس موقعہ پر نا معلوم کتنے حیلے بہانے کرتا۔ مگر خدا کا یہ عاشق زار اس مرتبہ بھی ذرا نہ گھبرایا اور بلا تامل اپنے جوان بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ بیٹے کے پاس پہنچا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر جنگل میں لے گیا اور کہا میں نے خواب میں دیکھا جیسے خدا مجھے حکم دیتا ہے کہ میں تجھے ذبح کر ڈالوں۔ بول تیری کیا مرضی ہے؟ بیٹا آخر نبی اللہ کا فرزند تھا۔ اس نے بغیر ایک منٹ سوچنے کے جواب دیا۔ سو کچھ آپ کو حکم ملا ہے اُسے بجا لائیں۔ آپ انشاء اللہ مجھے صابر اور شاکر پائیں گے۔

اس جواب کے بعد باپ نے کمر سے چھری کھینچ لی۔ بیٹا پوری طمانیت قلب کے ساتھ زمین پر لیٹ گیا اور باپ نے بیٹے کی گردن چھری سے کاٹنی چاہی۔

فرشتے حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔ باپ بیٹے کو ذبح کر رہا ہے اور بیٹا خاموش اور رضامندی کے ساتھ ذبح ہو رہا ہے۔ دنیا نے آج تک ایسا دلدوز نظارہ نہ دیکھا تھا۔

ادھر ابراہیم کا کانپتا ہوا ہاتھ اسمٰعیل کی گردن تک پہنچا۔ ادھر آسمان کے دروازے کھل گئے اور خدائے عزوجل نے پکار کر فرمایا ابراہیم تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ بس ہمیں تیرا امتحان لینا مقصود تھا۔ بیٹے کو ذبح کرانا نہیں تو امتحان میں پورا اُترا۔ بیٹے کو چھوڑ دے اور اس کے بدلے میں ایک مینڈھا ذبح کر ڈال تو نے اپنے ایک بیٹے کو ہمارے حکم کی تعمیل میں ذبح کرنا چاہا۔ ہم نے تجھے قوموں کا امام بنایا اور تیرا نام قیامت تک عزت سے لیا جائیگا۔ وہ انسان بیوقوف ہوگا جو تیرے طریقے سے بھٹکے۔

ہماری آج کی تمام قربانیاں اسی عظیم الشان واقعہ کی یادگار ہیں اور یہ دن ہماری عید کا دن ہے۔ جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے امتحان میں پورے اُترے۔

اس عجیب و غریب واقعہ کے بعد دو ہزار برس کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ مقدس ترین فرزند پیدا ہوا جس کا نام نامی و اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باپ کی اس سنت کو زندہ کیا جو اس کے بعد ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اور ہر سال سنت ابراہیمی کو زندہ کرتی رہے گی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حضورؐ نے دیکھا کہ وہاں لوگ ہر سال دو عیدیں مناتے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے خوشی و مسرت کے دو دن مقرر کر رکھے ہیں جو ہم نے زمانہ جاہلیت میں ہر سال منایا کرتے تھے۔ یہ سُنکر حضورؐ نے فرمایا اب تم مسلمان ہو گئے ہو اس فضول کھیل کود اور لہو بازی کو چھوڑ دو۔ میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے تمہارے لئے دو عیدیں مقرر کرتا ہوں۔ ایک وہ عید جس میں تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی پیروی میں خدا کے آگے اپنی قربانی گزارو اور ایک وہ عید جب تم رمضان کے روزوں سے فارغ ہو۔

حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اس روز سے مسلمانوں کے لئے دو عیدیں مقرر ہو گئیں ایک عیدالاضحیٰ اور دوسری عیدالفطر۔ عید اس خوشی و مسرت کا نام ہے جو بار بار لوٹ کر آئے۔ یہ تہوار بھی چونکہ ہر سال آتا ہے لہٰذا اس کا نام عید پڑ گیا۔ اضحیٰ جمع ہے اضحاۃ کی جو اصل میں اضحیہ تھا اور جس کے معنی قربانی کے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

★ — عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَاَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا (رواہ الترمذی)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دوزخ کی آگ کی مانند نہیں دیکھا (یعنی ایسی ہولناک چیز نہیں دیکھی) کہ اس سے بھاگنے والا سوتا ہے۔ اور جنت کی مانند نہیں دیکھا کہ اس کے طلب کرنے والا سوتا ہے (یعنی دوزخ سے بھاگنا چاہیئے۔ لیکن آدمی سوتا ہے اور جنت کو طلب کرنا چاہیئے۔ لیکن آدمی سوتا ہے)

★ — عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا فِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَکٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰہِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَی الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰہِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ:- حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں جس چیز کو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جس بات کو میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے۔ آسمان آواز بلند کرتا ہے۔ اور اس کو آواز بلند کرنے کا حق ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ آسمان میں چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں ہے۔ جہاں فرشتے خدا کے لئے اپنا سر رکھے سجدہ میں نہ پڑے ہوں اگر تم اس بات کو معلوم کر لو۔ ۔ ۔ جس کو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور زیادہ روؤ اور نہ عورتوں سے بستر پر لذت حاصل کرو۔ اور تم جنگلوں کی طرف خدا سے نالہ و فریاد کرتے نکل جاؤ۔ اس حدیث کو بیان کرکے ابوذرؓ نے کہا کاش میں درخت ہوتا۔ جس کو کاٹ ڈالا جاتا۔

★ — عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِہِ الْاٰیَةِ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَهُمُ الَّذِیْنَ یَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَیَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا یَا ابْنَةَ الصِّدِّیْقِ وَلٰکِنَّهُمُ الَّذِیْنَ یَصُوْمُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ یَخَافُوْنَ اَنْ لَّا یُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا۔ والذین یوتون ما اتوو قلوبھم وجلۃ (یعنی وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ کہ وہ دیتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل ترساں و لرزاں ہیں) کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں آپ نے فرمایا صدیق کی بیٹی! نہیں۔ بلکہ وہ لوگ وہ ہیں جو روزے رکھتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ اور صدقہ دیتے ہیں۔ اور اس کے باوجود وہ خدا سے ڈرتے ہیں کہ ان کے ان اعمال کو (شاید) قبول نہ کیا جائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔

★ — عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةٍ فَرَاَی النَّاسَ کَاَنَّهُمْ یَکْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّکُمْ لَوْ اَکْثَرْتُمْ ذِکْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَکُمْ عَمَّا اَرٰی اَلْمَوْتِ فَاَکْثِرُوْا ذِکْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ اَلْمَوْتِ فَاِنَّهٗ لَمْ یَاْتِ عَلَی الْقَبْرِ یَوْمٌ اِلَّا تَکَلَّمَ فَیَقُوْلُ اَنَا بَیْتُ الْغُرْبَةِ وَاَنَا بَیْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَا بَیْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا اَمَا اِنْ کُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذْ وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِکَ قَالَ فَیَتَّسِعُ لَهٗ مَدَّ بَصَرِہٖ وَیُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ اِلَی الْجَنَّةِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِ الْکَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّلَا اَهْلًا اَمَا اِنْ کُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَهْرِیْ اِلَیَّ فَاِذْ وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِکَ قَالَ فَیَلْتَئِمُ عَلَیْهِ حَتّٰی تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِیْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَیُقَیَّضُ لَهٗ سَبْعُوْنَ تِنِّیْنًا لَوْ اَنَّ وَاحِدًا مِّنْهَا نَفَخَ فِی الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَیْئًا مَّا بَقِیَتِ الدُّنْیَا فَیَنْهَشْنَهٗ وَیَخْدِشْنَهٗ حَتّٰی یُفْضٰی بِهٖ اِلَی الْحِسَابِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائے۔ دیکھا کہ لوگ گویا ہنس رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا اکثر ذکر کرتے رہو تو وہ تم کو اس سے باز رکھے۔ جس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ (یعنی تم کبھی نہ ہنسو) اور وہ یعنی لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز موت ہے۔ پس تم لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز موت کو اکثر یاد رکھو۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا۔ جس میں قبر یہ نہ کہتی ہو کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ میں تنہائی کا گھر ہوں میں مٹی کا گھر ہوں۔ اور میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ اور جب قبر میں مومن بندہ کو دفن کیا جاتا ہے۔ تو قبر اس سے کہتی ہے۔ تیرا آنا مبارک ہو تو کشادہ مکان میں آیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو میرے نزدیک بہت محبوب تھا۔ ان لوگوں میں سے جو مجھ پر چلتے ہیں۔ آج کے دن میں تجھ پر حاکم و قادر بنائی گئی ہوں۔ اور تو مجبور ہو کر میری طرف آیا ہے۔ پس تو عنقریب میرے اس نیک کام کو دیکھے گا۔ جو میں تیرے لئے کروں گی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر اس مومن بندہ کے لئے قبر کشادہ ہو جاتی ہے۔ جہاں تک کہ نظر کام کرتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب فاسق

خدا کا خوف بڑی دولت ہے

مولینا محمد سعید احمد صاحب بانی مدرسہ عربیہ رحیمیہ تعلیم القرآن ڈونگر بونگہ (بہاولپور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اما بعد اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۞ دنیا کے اندر ہمارے سامنے ایک اصولی چیز ہے ۔ جوکہ ہمارے مشاہدہ کے اندر ہمیشہ آتی ہے ۔ جس گھر میں بچوں کو والدین کا ڈر نہ ہو وہ بے لگام ہو کر نڈر ہو کر طرح طرح کی بد عنوانیاں کرنے لگ جاتے ہیں اور جس سکول کالج مدرسہ کے اندر طلباء کو استاد کا خوف نہ ہو وہ بھی قابو کے نہیں رہتے ان کے اخلاق و اعمال بگڑ جاتے ہیں اور طرح طرح کی بے اعتدالیاں گستاخیاں کرنے لگ جاتے ہیں اور جس رعایا کے دل سے بادشاہ کا خوف اٹھ جاتا ہے اس رعایا کے بھی بدترین اخلاق چوری ڈکیتی قتل عام ظلم ان کا پیشہ ہو جاتا ہے ۔ ملک کے اندر فتنہ اور فساد برپا ہو جاتا ہے ۔ رعایا پر خوف و ڈر نہ ہونے کی وجہ سے ملک کے اندر تباہی و بربادی آ جاتی ہے ۔ تو سمجھ میں یہ بات آئی کہ جس گھر کے بچے اور جس سکول مدرسہ کے طلبا اور جس بادشاہ کی رعایا اپنے والدین استاد بادشاہ کے کنٹرول میں رہے اور ان سے خوفزدہ ہو اُن کے اخلاق و بود باش نہایت عمدہ ہوتی ہے ۔ گویا یہاں پر ہی جنت ہوتی ہے ۔ ورنہ حالات خراب ہونے پر یہاں پر ہی دوزخ ہے ۔ اسی طرح سے جو قوم یا ملک خداوند تعالےٰ اپنے حقیقی بادشاہ کا خوف نہ رکھتے ہوں اور نڈر ہو جائیں ان کی زندگی صرف یہی نہیں کہ خراب ہو جاتی ہے ۔ بلکہ وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں ۔ چنانچہ جو قومیں نڈر ہوئیں ان کی خبر قرآن پاک نے اس طرح دی ہے وجعل منھم القردۃ و الخنازیر اور بعضوں کو ان میں سے بندر کر دیا اور بعضوں کو سوّر ۔ دوسری جگہ فرمایا ۔ فکلاً اخذنا بذنبہ فمنھم من ارسلنا علیہ حاصبا ومنھم من اخذتہ الصیحۃ ومنھم من خسفنا بہ الارض ومنھم من اغرقنا وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون ۞ (پ ۲۰ ر ۱۶ س عنکبوت) ۔ پھر سب کو پکڑا ہم نے اپنے اپنے گناہ پر ۔ پھر کوئی تھا کہ اس پر بھیجا ہم نے پتھراؤ ہوا سے اور کوئی تھا کہ اس کو پکڑا چنگاڑ نے اور کوئی تھا کہ اس کو دھنسا دیا ہم نے زمین میں اور کوئی تھا کہ اس کو غرق کر دیا ۔ ڈبا دیا ہم نے اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے ۔ پر تھے وہ اپنے آپ ہی برا کرتے ۔ آپ دیکھ رہے ہیں اس وقت قومیں اپنے خدا تعالےٰ سے کتنی نڈر ہو رہی ہیں ۔ خصوصاً مسلمان اور پھر پاکستانی مسلمان ۔ جنہوں نے محض لا الٰہ الا اللہ کی غرض سے پاکستان بنایا تھا اتنے نڈر ہو گئے ہیں کہ چھوٹے سے بڑے تک جتنی رعایا ہے ۔ الا ماشاء اللہ اور چپڑاسی سے وزیروں گورنروں تک جتنی حکومت ہے ۔ الا ماشاء اللہ سب نڈر ہیں گویا خدا کو جانتے ہی نہیں ۔ چوری ڈکیتی ۔ ظلم، قتل و غارت ۔ رشوت ۔ زنا ۔ جتنی بھی برائیاں ہیں ۔ سب ان کا پیشہ ہو چکا ہے ۔ طرح طرح کے گانے ننگے ناچ ۔ ڈانس ۔ سینما تو ان کے ضروریات زندگی میں سے ہو چکے ہیں ۔ یاد رکھو ۔ ہماری بہو بیٹیوں کے اندر جو آزادی آئی ہے اور زنا جیسی مہلک بیماری جو وبا کی طرح عام پھیل گئی ہے ۔ یہ سب سینما اور گھر گھر ریڈیو کے فحش گانے سننے کی نحوست ہے ۔ یاد رکھو زنا ایسی بری چیز ہے کہ اس کے مرتکب ہونے سے ایمان نکل کر چھتری کی طرح سر پر اڑتا پھرتا ہے یہ اتنا سخت جرم ہے کہ قرآن مجید نے دروں سے مارنا اور سنگسار کر دینے کا حکم صادر فرمایا ہے ۔ واقعہ ایک عابد زاہد نے قصداً زنا کیا اور غسل سے قبل بغیر توبہ مرگیا ۔ اعمال تولے گئے تو زنا کا وزن سو سالہ عبادت سے بھی زیادہ نکلا اور اپنے گناہ کی سزا بھگتنے کو جہنم رسید ہوا ۔ حدیث شریف میں ہے کہ پاؤں کا بھی زنا ہے ۔ ہاتھ کا بھی زنا ہے ۔ کان کا بھی زنا ہے ۔ آنکھ کا بھی زنا ہے ۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے اس سے یعنی بری نظر دیکھنے سے بچا کرو ۔ بری نظر چونکہ زنا کے صادر ہو جانے کی ممد و معاون ہے ۔ اس واسطے بری نظر سے صرف ایمان کا نور ہی ضائع نہیں ہو جاتا ۔ بلکہ بری نظر دیکھنے کی عادت سے خدا کے غضب کا مستحق ہو جاتا ہے ۔ ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص بڑا عابد اور عالم تھا قرآن حدیث کا حافظ تھا ہزاروں علماء شاگرد تھے ۔ سفر میں کہیں جا رہے تھے ۔ ایک کنوئیں پر لوگ اپنے اپنے مال مویشی کو پانی پلا رہے تھے ۔ ایک بڑی خوبصورت نوجوان یہودن اپنے سوّروں کے ریوڑ کو پانی پلانے کی غرض سے لائی ۔ اس عالم کی اس پر نظر پڑی تو بھلی معلوم ہوئی ۔ دوبارہ سہ بارہ بار بار نظر بد سے دیکھتا رہا ۔ خدا کا ایسا غضب ہوا ۔ کہ تمام قرآن اور حدیث بھول گیا اور بری نظر دیکھنے کی پاداش میں سوروں کا ریوڑ چرانا تھا ۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ سب وبا سینما اور راگ جس کو ہم نے ضروریات زندگی سے تصور کر رکھا ہے اس کی نحوست ہے ۔ سینما کے اندر ننگی تصویریں فحش گانے سنتے ہیں تو اس سے زنا کی آگ بھڑکتی ہے ۔ لہذا گانے راگ کی وجہ سے یہ برائیاں آتی ہیں ۔ گانا راگ ایسی منحوس چیز ہے ۔ ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک عابد دن کو روزہ رکھتے ۔ رات کو اللہ اللہ کرتے ۔ یہ فرش پر اللہ ہو کہتے ۔ اور عرش سے آواز آتی تیری عبادت قبول نہیں ۔ تو اس نے معذرت کر کے عرض کی ؎

الٰہی بنا چھوڑ سرکار تیری
کدھر جائے بندہ گنہگار تیرا
کہاں جائے جس کا نہ ہو کوئی تجھ بن
کسے ڈھونڈے جو ہو طلبگار تیرا

آخر خدا کی رحمت سے آواز آئی کہ تیری عبادت اس لئے قبول نہیں ۔ تیری بیوی راگ سننے جاتی ہے ۔ ہم اس پر ناراض ہیں اور جس پر میرا غضب ہے تو اس پر راضی ہے عابد نے فوراً بیوی کو طلاق دے کر عرض کی کہ مولا جس پر تو ناراض ہے ۔ میں بھی ناراض ہوں ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ تیری عبادت قبول ہے ۔

حضرت عمرؓ کو جس راستہ میں راگ کا پتہ چل جاتا ۔ کانوں میں ڈاٹ دے کر بھاگ کر نکل جاتے ۔ افسوس آج کل اسی منحوس راگ کو ضروریات زندگی سے تصور کر رکھا ہے ۔ کوئی شادی ایسی نہیں ہوتی ۔ الا ماشاء اللہ جس پر ہر طرح کے گندے گانے نہ گائے جاتے ہوں ۔ کنجریوں کے ناچ گانے شادیوں کی ضروریات میں سے ہو گئے ہیں ۔ ایک عارف نے رنڈی کے ناچ اور ڈھولک سارنگی کا ایک

مصرعے کے اندر نقشہ کھینچا ہے۔

ڈھولکی ٹھنڈی ڈبڈبے ڈگگئے سارنگی ٹھنڈی مجھ سے
کنجری ہتھ اُٹھا کے ٹھنڈی سُننے والے جیہڑے

آج کل شادیاں نہیں ہوتیں۔ بلکہ بربادیاں ہوتی ہیں۔ کیا حضرت فاطمہؓ بنت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری بہو بیٹیاں اچھی ہیں جو اتنے ناچ گانے کئے جاتے ہیں۔ دراصل خدا اور رسول کی سراسر نافرمانی اس لئے کی جاتی ہے کہ ہم کو خدا کا خوف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم نہیں ہے۔ میں کہہ رہا تھا کہ خدا کا خوف اور خشیت نہ ہونے کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب آئے۔ نڈر قومیں سؤر۔ بندر۔ ذلیل بنا کر تباہ کر دی گئیں کسی کا تختہ اُلٹ دیا۔ کسی کو غرق کر دیا۔ کسی پر پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ کسی پہ آگ برسائی گئی۔ بڑے بڑے ذلیل ترین قسم کے عذابوں نے نڈر قوموں کو تباہ و برباد کر دیا اور شہروں کے شہر ملکوں کے ملک ایسے خالی ہو گئے گویا کہ کوئی بسا ہی نہ تھا۔ قرآن پاک نے فرمایا کان لم یغنوا فیھا الخ۔ سو خداوند تعالےٰ کا خوف ہر وقت دل میں رکھنا چاہیئے۔ آؤ آج ہی ہم خدا کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کر لیں۔ اور نصوح توبہ کر کے اپنے روٹھے مولا کو منا لیں۔ اگر ہم آج اپنی زندگی میں خدا سے ڈر جائیں اور اپنے دلوں کے اندر خشیہ پیدا کر لیں تو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جو ڈرتا ہے توبہ کرتا ہے۔ اس سے بہت خوش ہو جاتے ہیں۔ قرآن پاک نے خبر دی ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن۔ پ۲۷۔ س رحمٰن۔ اور احادیث میں ڈرنے والوں کی بڑی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔ ایک آدمی نے وصیت کی کہ مرنے کے بعد راکھ بنا کر نصف دریا میں پھینک دیں۔ نصف ہوا میں اُڑا دیں۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔ اللہ تبارک و تعالےٰ نے دریا ہوا کو حکم دیا کہ جتنی راکھ ہے اکٹھی کر دو۔ فرشتوں نے رُوح پھونک دی۔ وہاں دیر ہی کیا لگنی تھی۔ کن۔ فیکون۔ آدمی سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ تو ہر شے پر قادر ہیں۔ ان اللہ علیٰ کُل شیٍ قدیر۔ کوئی آدمی کہیں چھپ کر غائب ہو کر اس سے بچ نہیں سکتا۔ قرآن پاک نے خبر دی ہے۔ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان پ۲۷۔ س رحمٰن۔ غرضیکہ چونکہ کوئی کہیں بھاگ کر بچاؤ کر ہی نہیں سکتا۔ تو فرمایا میرے بندے تو نے ایسا کیوں کیا۔ وہ عرض کرنے لگا خداوندا تیرے سامنے کھڑے ہونے کے ڈر کے سبب سے تو اللہ تعالےٰ نے اس پر رحم فرمایا اور اسے بخش دیا۔

ایک آدمی نے ۹۹ قتل کئے۔ پھر ڈرا۔ اور ایک مولوی کے پاس گیا۔ دریافت کرتا تھا اپنے بچاؤ کی صورت۔ اس نے کہا تو نہیں بخشا جائیگا۔ اس نے اسے بھی مار دیا اور پورا سو کر دیا۔ پھر چلا ایک بستی کو جہاں ایک عارف عالم رہتے تھے۔ کہ اپنے خدا سے بچاؤ کی کوئی صورت دریافت کر کے توبہ کروں۔ تھوڑی دور گیا مرگیا۔ دوزخ کے فرشتے بھی لینے آ گئے اور جنت کے بھی لینے آ گئے۔ آپس میں تنازعہ ہوا تو اللہ تعالےٰ نے فیصلہ فرمایا۔ کہ زمین ناپ لو۔ اگر جہاں سے آیا ہے وہ زیادہ ہے۔ تو بہشت والے لے جائیں اور اگر جہاں جا رہا ہے وہ مسافت زیادہ ہے تو دوزخ والے لے جائیں۔ بظاہر تو دوزخ والے ہی لے جاتے کہ اگلے گاؤں کی مسافت زیادہ تھی۔ مگر چونکہ وہ خدا سے ڈر گیا تھا۔ لہذا ماپ کے وقت اللہ نے زمین کو حکم دیا وہ سکڑ گئی۔ اور پچھلی جو کم مسافت والی تھی۔ وہ ربڑ کی طرح پھیل گئی۔ وہ بخشا گیا اور جنّت والے فرشتے لے گئے۔ لہذا اگر کوئی اللہ تعالےٰ سے ڈر جاوے اور سچی توبہ کر لیوے تو اللہ تعالیٰ بہت ہی خوش ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ توبہ کرنے سے اور ڈرنے سے اتنے خوش ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی مسافر اپنی سواری پر اپنا تمام سامان کھانے پینے کا لاد کر چل رہا ہو کہ جنگل میں جہاں قریب قریب آبادی نہ ہو سواری گم ہو جائے اور باوجود تلاش کرنے کے نہ ملے اور گرمی کی شدت اور پیاس کی سختی کی وجہ سے اپنی زندگی سے نا اُمید ہو جائے اور مرنے کا یقین کر کے ایک درخت کے نیچے جا کر لیٹ جائے اور سو جائے۔ اور پھر آنکھ کھلی تو دیکھا کہ سواری بمعہ تمام سامان کے سر پر کھڑی ہے اور یہ خوش ہو کر بے اختیار ہو کر کہتا ہے۔ انت ربی وانا ربک۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالےٰ توبہ کرنے اور اس سے ڈرنے سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ خدا کا خوف اور خشیہ کتنا بڑا بھاری انعام ہے اور وہ کیسے ارحم الراحمین ہیں کہ ڈرنے سے نواز لیتے ہیں۔ خدا کی رحمت ڈرنے والوں کو گھیر لیتی ہے۔ بس معمولی کوئی بہانہ مل گیا تو تو اپنی رحمتوں اور بخششوں سے نواز لیا۔ "رحمت حق بہانہ مے جوید"۔ سبحان اللہ اس کی رحمت کیسی وسیع ہے۔ حدیث میں ہے کہ رحمت کے سو حصے ہیں۔ ایک حصہ رحمت کا دنیا پر برس رہا ہے اور ۹۹ حصے رحمت کے قیامت کے دن صرف مسلمانوں کے لئے مختص ہونگے خدا کی ذات اتنی مہربان ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے جانوروں کے بچے ایک گھونسلہ سے پکڑ لئے اور کمبل کے اندر لپیٹ لئے۔ بچوں کی ماں بھی اوپر اوپر اُڑنے لگی۔ صحابی نے کمبل کھول دیا اور وہ بھی بچوں پر گر گئی۔ ان سب کو بند کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان بچوں کی ماں سے بھی کئی حصہ زیادہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں۔ پھر حکم دیا کہ ان کو ان کے گھونسلہ میں جا کر رکھ دو۔ ایک اور واقعہ دوسری حدیث میں ہے کہ ایک جنگ کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابیوں کے ساتھ ایک قوم سے گزرے۔ دریافت فرمایا کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا مسلمان اور اسی قوم کے اندر ایک عورت ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی اور بچہ گود میں تھا۔ جب آگ کا شعلہ باہر نکلتا تو اپنے بچہ کو پیچھے ہٹا لیتی تھی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ انت رسول اللہ۔ فرمایا نعم۔ کہنے لگی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ الیس اللہ ارحم الراحمین۔ فرمایا نعم۔ کہنے لگی کیا اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر ماں سے زیادہ مہربان ہیں قال بلیٰ قالت ان الام لا تلقی ولدھا فی النار حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت روئے اور سرنگوں ہو گئے۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کسی اپنے بندے کو عذاب نہیں دیں گے۔ مگر جو سرکش ہو۔ مرے بھی سرکشی اور تکبر پر توبہ بھی نہ کرے اور انکار کرے۔ لا الہ الا اللہ کا تو ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ سے اگر کوئی ڈر جائے اور توبہ کرے تو وہ بہت ہی خوش ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ کوئی اللہ تعالےٰ کو محبت سے ایک دفعہ پکارے اور کہے یا اللہ ! تو اللہ تعالےٰ سو دفعہ ملائکہ میں اس کو یاد کرتے ہیں اور ایک بالشت چل کر آئے تو وہ ایک ہاتھ چل کر ملتے ہیں۔ اور اگر کوئی چل کر آئے تو وہ دوڑ کر ملتے ہیں۔ اگر کوئی توبہ کرے تو خوش ہو کر اس کے گناہ معاف فرماتے ہیں۔ چاہے جتنی دفعہ بھی گناہ سرزد ہو اور جتنی دفعہ بھی صدق دل سے توبہ کرے وہ معاف ہی فرماتے جاتے ہیں۔ خواہ

احکام عید الاضحیٰ

فضائل قربانی

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ اللہ کو کوئی عمل فرائض واجبات کے علاوہ پسند نہیں۔ ذبح کرتے وقت جو خون کا قطرہ زمین پر گرتا ہے۔ زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے حضرت زید بن ارقم سے ایک روایت منقول ہے کہ صحابہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یہ قربانی کیا ہے ؟ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہمارے لئے اس میں کیا فائدہ ہے فرمایا کہ قربانی کے جانور کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر ایک بال کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے (مشکوٰۃ)

قربانی کس پر واجب ہے

جس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اس پر قربانی بھی واجب ہے۔ اگر کسی آدمی پر صدقہ فطر واجب نہ ہو اور پھر بھی وہ قربانی دیتا ہے تو بڑے ثواب کا مستحق ہے اولاد کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں...

نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے واجب نہیں

اگر اس کی طرف سے قربانی کرنی چاہے تو اپنے مال میں سے کرے اس کے مال میں سے ہرگز نہ کرے کسی شخص کو بارھویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مل جائے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ کوئی مالدار آدمی اگر اپنے علاوہ اپنے مرے ہوئے رشتہ داروں کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے قربانی کر دے تو بہت بڑا ثواب ملے گا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے قربانی کر دے تو ثواب عظیم کا مستحق ہے۔

اوقات قربانی

بقرعید کی دسویں تاریخ سے بارھویں کی شام تک قربانی کا وقت ہے۔ لیکن سب سے زیادہ فضیلت پہلے دن کو ہے۔ بقرعید کی نماز سے قبل قربانی کرنا درست نہیں۔ ہاں جو لوگ دیہات میں رہتے ہیں ان کے لئے جائز ہے کہ وہ فجر کی نماز کے بعد ہی قربانی کریں۔ قربانی کے ایام میں رات کو بھی قربانی کرنا درست ہے۔ مگر دن کو کرنا بہتر ہے۔ مبادا ذبیحہ کی کوئی رگ کٹنے سے رہ جائے۔

قربانی کے جانور

گائے۔ بیل۔ اونٹ۔ اونٹنی۔ بھینس۔ بھینسا بکری۔ بکرا۔ بھیڑ۔ دنبہ۔ گائے۔ بھینس اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہوں تو بھی درست ہے۔ بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی یا عقیقہ کی ہو۔ اگر صرف گوشت کھانے کی نیت ہوگی۔ تو کسی کی قربانی درست نہوگی جس گائے میں سات آدمی حصہ دار ہوں۔ تو گوشت اندازے سے تقسیم نہ کرنا چاہیئے بلکہ ٹھیک ٹھیک تول کر تقسیم کیا جائے۔ اگر کوئی حصہ کم یا زیادہ ہو گیا تو سود شمار کیا جائے گا۔ جس سے گناہ ہوگا۔ اگر گوشت میں کلہ پائے اور کھال بھی ملایا جائے۔ تو جس طرف کلہ پائے اور کھال ہو۔ اس طرف گوشت اگر کم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ قربانی کا گوشت خود کھائے۔ اپنے رشتہ داروں کو دے اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کر دے۔ خیرات میں کم از کم تہائی دینا مستحب ہے۔ بعض جاہلوں نے یہ بات گھڑ رکھی ہے کہ سری بہشتی یا مسجد کے امام کا حق ہے اور پائے حجام کا شریعت میں ایسی من گھڑت بات کا کوئی اعتبار نہیں۔

کس عمر کے جانور کی قربانی ہوسکتی ہے

بکری سال بھر سے گائے بھینس دو برس سے اونٹ پانچ برس سے کم عمر کے درست نہیں دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے دنبوں میں چھوڑنے سے وہ بھی سال بھر کا معلوم ہو تو چھ مہینے کے دنبہ یا بھیڑ کی قربانی بھی درست ہے

مسئلہ (۱) جو جانور اندھا ہو یا کانا ہو یا ایک تہائی یا تہائی سے کان کٹ گیا ہو یا دم تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گئی تو اس کی قربانی درست نہیں (۲) جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں ہیں۔ تو اس کی بھی قربانی درست نہیں (۳) اگر کان تو ہیں لیکن چھوٹے چھوٹے تو اس کی قربانی درست ہے (۴) اور اگر پیدائش سے ہی سینگ نہ ہوں یا تھے مگر ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے (۵) اور اگر سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے تو قربانی درست نہیں (۶) جو جانور ایسا لنگڑا ہو کہ چوتھے پاؤں سے وہ سہارا لے سکتا ہی نہیں یا اتنا دبلا مریل جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔ ان دونوں کی قربانی درست نہیں (۷) جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں تو اس کی قربانی بھی درست نہیں۔ ہاں اگر دانت جس قدر گرے ہوں اس سے زیادہ باقی ہوں تو درست ہے۔ (۸) خصی (بدھیا) بکرے اور مینڈھے کی قربانی بھی درست ہے اور کھجلی والے جانور کی بھی بشرطیکہ وہ کھجلی سے لاغر نہ ہو گیا ہو (۹) جس جانور کے تھن بالکل کٹے ہوئے ہوں اس کی قربانی جائز نہیں (۱۰) اگر ایک تہائی سے زائد کٹا ہوا ہے تو پھر بھی اس کی قربانی ناجائز ہے (۱۱) اور اگر بیماری کی وجہ سے بکری کا ایک تھن سوکھ گیا یا گائے اور اونٹنی کے دو تو قربانی جائز نہیں۔ یہی حکم ہے اگر تھن کا سر کٹ جائے (۱۲) اگر بیماری کے بغیر دودھ سوکھ گیا تو جائز ہے۔ (۱۳) جس جانور کی آنکھ ترچھی ہو اس کی قربانی جائز ہے (۱۴) جس جانور کو کھانسی ہو اس کی بھی جائز ہے (۱۵) جس جانور کے بدن پر لوہا گرم کرکے داغ دیئے گئے ہوں۔ اس کی بھی قربانی جائز ہے

ذبح کرنے کا طریقہ

جانور کو قبلہ رو لٹا کر یہ دعا پڑھے:۔
اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ط اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ اللہ اکبر کہہ کر تیز چھری سے اس کے گلے کو اتنا کاٹے کہ چار رگیں کٹ جائیں۔ ایک نرخرہ جس سے سانس لیا جاتا ہے۔ دوسری وہ رگ جس سے دانہ پانی جاتا ہے اور دو شہ رگیں جو نرخرہ کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ ان چار میں سے اگر تین ہی رگیں کٹیں تب بھی ذبح درست ہے اور اس کا کھانا حلال ہے لیکن اگر دو ہی

کٹی تو اس جانور کا کھانا حرام ہے۔ ذبح کے وقت بسم اللہ جان کر نہ پڑھنے سے جانور مردار ہو جاتا ہے۔ اور اگر بھول جاوے تو کوئی حرج نہیں۔ کند چھری سے ذبح کرنا ٹھنڈے ہونے سے پہلے انکی کھال کھینچنا یا ہاتھ پاؤں توڑنا۔ کاٹنا اور ان چار رگوں کے کٹ جانے کے بعد گلا کاٹے جانا۔ یہ سب باتیں مکروہ ہیں۔ ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے :- اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اپنی قربانی کو اپنے ہی ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ ورنہ کم سے کم ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہی ہو جاوے قربانی کی کھال کو یا تو یونہی خیرات کر دے یا بیچ کر اس کی قیمت میں وہی پیسے خیرات کرے۔ یہ پیسے ان لوگوں کو دیئے جائیں جو زکوٰۃ لینے کے مستحق ہیں۔ مسجد کی ضرورت یا امام کے حق خدمت یا قصائی کی مزدوری میں دینی درست نہیں۔ البتہ کھال کو اپنے کام میں لانا جائز ہے۔

تکبیرات تشریق

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

عرفہ (نویں تاریخ) کی فجر کی نماز سے تیرھویں کی عصر تک پڑھی جاتی ہیں۔ ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے پڑھنی چاہیئے۔ انہی تکبیرات کو عید کی نماز کے لئے جاتے ہوئے بھی راستہ میں بلند آواز سے پڑھتے رہنا چاہیئے۔ بقرعید کے دن صبح بہت سویرے اٹھنا۔ شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا۔ مسواک کرنا۔ غسل کرنا۔ عمدہ کپڑے پہننا خوشبو لگانا۔ عیدگاہ میں جلدی جانا۔ نہار منہ جانا۔ اور واپس آکر قربانی کے گوشت میں سے کھانا۔ پیادہ پا جانا۔ راستہ میں بلند آواز سے تکبیرات پڑھتے رہنا۔ عیدالاضحیٰ کی نماز جلدی پڑھنا۔ جس راستہ سے گیا تھا۔ اس کے سوا دوسرے راستہ سے واپس آنا یہ تمام باتیں مسنون ہیں۔ خطبہ کا سننا واجب ہے۔ اس وقت بول چال اور نماز پڑھنا سب حرام ہے۔

ترکیب نماز عید :- نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز واجب عیدالضحیٰ کی مع چھ تکبیروں کے اس امام کے پیچھے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر سبحانک اللھم پڑھیں۔ اس کے بعد تین تکبیریں ہونگی۔ پہلی دو تکبیروں پر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیئے جائیں اور تیسری تکبیر پر ہاتھ باندھ کر امام صاحب کی قرأت سنیں۔ اسکے بعد تکبیر کہتے ہوئے بغیر کانوں تک ہاتھ اٹھائے رکوع میں جائیں اور ایک رکعت پوری کریں دوسری رکعت میں اٹھتے ہی ہاتھ باندھ لیں اور قرأت سنیں۔ پھر تین تکبیریں ہوں گی۔ ہر تکبیر پر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیئے جائیں۔ چوتھی تکبیر کہتے ہوئے بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع میں جائیں اور نماز پوری کریں۔ پھر اپنی جگہ بیٹھے ہوئے خاموشی سے خطبہ سنیں۔

شذرات صفحہ ۳ سے آگے :-

منیٰ کا میدان اور ہر سہ جمرات زبان حال سے مسلمانان عالم سے کہہ رہے ہیں کہ تو بھی اگر آج جذبہ انقیاد الی اللہ اپنے اندر پیدا کر لے تو اسی طرح اللہ تعالےٰ کی تمام پوشیدہ طاقتیں تیری پشت و پناہ بن سکتی ہیں ع

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

لاکھوں مسلمان ہر سال حج کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور کروڑوں کلمہ گو ابراہیمی قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ مگر ان کی حالت میں ذرہ بھر انقلاب رونما نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کے اندر وہ ابراہیمی روح نہیں ہے۔ جس کو چشم فلک نے آج سے چار ہزار سال قبل منیٰ کے میدان میں مشاہدہ کیا تھا۔ عید قرباں ہر سال ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ ابراہیمؑ کا صحیح معنوں میں اتباع کرنے والوں کے لیئے آج بھی انعام و اکرام کی بارش ہو سکتی ہے ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ مسلمان گوش ہوش سے اس پیغام کو سنیں اور اس کو لوح دل پر لکھ کر اس پر عمل کریں آیئے آج کے مقدس دن ہم صدق دل سے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں دُعا کریں کہ وہ ہمیں عید قربان کے پیغام پر لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

بقیہ خدا کا خوف ص۳۶ کے آگے :-

گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ بلکہ زمین و آسمان بھرے ہوئے گناہ لے کر جائے اور صدق دلی سے توبہ کرے تو اللہ تعالےٰ آسمان و زمین بھری ہوئی رحمت سے لے کر ملتے ہیں اور اگر کسی دن کسی وجہ سے ناراض بھی ہو جائیں تو بندہ کہتا ہے ؎

نداریم غیر از تو فریاد رس
توئی عاصیاں را خطا بخش بس

پھر وہ وجدان کی حالت میں کہتا ہے۔

سپردم بتو مایہ خویش را
تو دانی حساب و کم و بیش را

اور عرض کرتا ہے ؎

الٰہی بتا چھوڑ سرکار تیری
کدھر جائے بندہ گنہگار تیرا
کہاں جائے جس کا نہ ہو کوئی تجھ بن
کسے ڈھونڈے تو ہو طلبگار تیرا

بندہ کی گریہ و زاری پر اللہ تعالےٰ کی رحمت کا دریا جوش میں آتا ہے اور وہ فرماتے ہیں۔ کہ اے میرے فرشتو! اگر میں اپنے بندہ کو نہ بخشوں تو مجھے حیا آتی ہے ؎

کرم بینی و لطف پروردگار
گناہ بندہ کرد است او شرمسار

تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے خوف سے توبہ کی جاوے تو دونوں جہان میں کام بن جاتا ہے۔ ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مدینہ منورہ کے بازار میں سے ایک تنگ گلی سے آ رہے تھے۔ آگے اسی گلی سے شرابی شراب کی بوتل لے کر آ رہا تھا۔ دیکھ کر ڈر گیا اور عرض کی کہ یا اللہ اگر آج عمرؓ سے میری شرم رکھ لے اور پردہ رکھ لے تو ہمیشہ کے لئے سچی توبہ کرتا ہوں۔ اتنے میں حضرت عمرؓ قریب آ گئے۔ فرمایا بوتل میں کیا ہے۔ بیساختہ شرابی کی زبان سے نکلا کہ دودھ ہے۔ ملاحظہ کیا گیا۔ تو واقعی گرما گرم دودھ تھا۔

(باقی باقی)

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت پتہ مکمل اور خوشخط لکھیں اور خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

بچوں کا صفحہ

حج بیت اللہ

حاجی کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن

پیارے بچو! یہ تو تم کو معلوم ہی ہے کہ حج کرنا ایسا ہی فرض ہے۔ جیسا کہ نماز پڑھنی۔ روزہ رکھنا یا زکوٰۃ دینی اتنا اور سمجھ لو کہ حج تمام عمر میں صرف ایک ہی دفعہ کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ بھی صرف ان کے لئے جو مکہ شریف تک آنے جانے کا خرچ برداشت کر سکتے ہوں۔ غریب غربا پر حج فرض نہیں ہے۔

عزیز بچو! جہاں اب مکہ معظمہ آباد ہے۔ یہاں اب سے ہزاروں برس پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک چھوٹا سا گھر اللہ کی عبادت کے لئے بنایا تھا۔ اللہ پاک نے اُن کے خلوص کی یہ قدر فرمائی کہ اس کو اپنا گھر قرار دے دیا اور حکم دے دیا۔ کہ جس کو ہماری عبادت کرنی ہو۔ وہ اسی گھر کی طرف رُخ کرکے عبادت کرے۔ اور ہر مسلمان خواہ دنیا کے کسی کونے میں ہو۔ اپنی تمام عمر میں کم از کم ایک مرتبہ اس گھر کی زیارت کے لئے آئے۔ اور اس گھر کا طواف کرے۔ اور پھر یہ بھی حکم دیا کہ جب ہمارے گھر کی طرف آؤ تو اپنے دلوں کو پاک کرو۔ اپنی نفسانی خواہشات کو روکو خونریزی اور بدکاری اور بد زبانی سے بچو۔ ایسی ادب و احترام اور عاجزی کے ساتھ آؤ۔ جس کے ساتھ تم کو اپنے مالک کے دربار میں حاضر ہونا چاہیئے۔ یہ سمجھو کہ ہم اس بادشاہ کی خدمت میں جا رہے ہیں جو زمین اور آسمانوں کا حاکم ہے اور جس کے مقابلے میں سب انسان فقیر ہیں۔ اس عاجزی کے ساتھ جب آؤ گے۔ اور خلوص دل کے ساتھ ہماری عبادت کرو گے تو ہم تمہیں اپنی نوازشوں سے مالامال کر دیں گے۔

ہونہار بچو! اگر ذرا غور سے دیکھو تو حج ایک ایسی عمدہ عبادت ہے۔ کہ جس میں جانی اور مالی دونوں قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں اور یہ بات بھی سمجھ کہ خدا کی محبت اگر انسان کے دل میں نہ ہو تو وہ اپنے کاروبار چھوڑ کر اپنے دوستوں اور عزیزوں سے جُدا ہو کر اور اتنا روپیہ خرچ کرکے اتنے لمبے سفر کی تکلیف ہی کیوں برداشت کرے گا۔ اس لئے حج کا ارادہ خود ہی محبت اور اخلاص کی دلیل ہے پھر جب انسان اس سفر کے لئے نکلتا ہے تو اس کی کیفیت عام سفروں جیسی نہیں ہوتی۔ اس سفر میں زیادہ تر اس کی توجہ خدا کی طرف رہتی ہے اس کے دل میں شوق اور ولولہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جوں جوں کعبہ قریب آتا جاتا ہے۔ محبت کی آگ اور زیادہ بھڑکتی ہے۔ گناہوں اور نافرمانیوں سے دل خود بخود نفرت کرتا ہے۔ پچھلے گناہوں پر شرمندگی ہوتی ہے۔ آئندہ کے لئے خدا سے دعا کرتا ہے کہ فرمانبرداری کی توفیق بخشے۔ عبادت اور ذکر الٰہی کا ذوق آنے لگتا ہے۔ سجدے لمبے لمبے ہونے لگتے ہیں اور دیر تک سر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔ قرآن پڑھتا ہے تو اس میں کچھ لطف ہی اور آتا ہے۔ روزہ رکھتا ہے۔ تو اس کی حلاوت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ پھر جب وہ حجاز کی سرزمین پر قدم رکھتا ہے۔ تو اسلام کی ساری ابتدائی تاریخ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اور وہاں کی ہر کنکری پکارتی ہے کہ یہ ہے وہ سرزمین جہاں اسلام پیدا ہوا اور جہاں سے خدا کا حکم بلند ہوا اس طرح مسلمانوں کا دل خدا کے عشق اور اسلام کی محبت سے بھر جاتا ہے۔ اور وہاں سے وہ ایسا گہرا اثر لے کر آتا ہے جو مرتے دم تک دل سے نہیں بھلایا جا سکتا۔

پیارے بچو! دین کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بھی بے شمار فائدے رکھے ہیں۔ حج کی وجہ سے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا مرکز بنا دیا گیا ہے۔ زمین کے ہر کونے سے اللہ کا نام لینے والے ایک ہی زمانہ میں وہاں جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ آپس میں اسلامی محبت قائم ہوتی ہے اور یہ بات دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔ کہ مسلمان خواہ کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں۔ سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں اور ایک ہی قوم ہیں۔ اس بنا پر حج ایک طرف تو خدا کی عبادت ہے اور دوسری طرف تمام دنیا کے مسلمانوں کی کانفرنس بھی ہے اور مسلمانوں کی عالمگیر برادری میں اتحاد پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ بھی ہے۔ دعا کرو کہ خداوند تعالیٰ اپنے فضل سے سب مسلمانوں کو حج بیت اللہ کرائے۔ آمین ثم آمین۔

کم ظرف سے نہ مانگ کہ ثابت ذلیل ہو
پانی کی ایک بوند نہیں ہے حباب میں

ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبر ۱۶۳۲ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء
۲۔ پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبر ۲۲۳۰، ۲۴۸۱ T.B.C مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر ہفت روزہ خدام الدین لاہور سے شائع ہوا۔